لمعات بصیرت

لمعات بصیرت

یعنی

مہاراج بھرتری ہری کے نیتی شتک، سنگار شتک اور
ویراگیہ شتک کا سیدھا سنسکرت سے منظوم اردو ترجمہ

رگھوناتھ گھئی

ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

LAMAT-E-BASEERAT
By. RAGHUNATH GHAI

© ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی

سنہ اشاعت: جنوری تا مارچ 1996 شک 1917 18

سلسلۂ مطبوعات نمبر : 748

تعداد : 1000

کتابت : وکیل الرحمٰن ملک

مصحح (پروف ریڈر) رگھوناتھ گھئی

قیمت : =/40 روپے

مصنف کے خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
کتاب چھپی ہوئی قیمت پر ہی خریدی جائے

ناشر : ڈائریکٹر ترقی اُردو بیورو، ویسٹ بلاک 1- آر۔ کے پورم، نئی دہلی 110066
ٹیلی فون : 6103938, 6103381, 6109746
طابع : سپر پرنٹرز ساؤتھ انار کلی نئی دہلی 51

پیش لفظ

ہندوستان میں اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لیے ترقی اردو بیورو (بورڈ) قائم کیا گیا۔ اردو کے لیے کام کرنے والا یہ ملک کا سب سے بڑا ادارہ ہے جو دو دہائیوں سے مسلسل مختلف جہات میں اپنے خاص خاص منصوبوں کے ذریعہ سرگرم عمل ہے۔ اس ادارہ سے مختلف جدید اور مشرقی علوم پر مشتمل کتابیں خاصی تعداد میں سماجی ترقی، معاشی حصول، عصری تعلیمی اور معاشرہ کی دوسری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے شائع کی گئی ہیں جن میں اردو کے کئی ادبی شاہکار، بنیادی متن، قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی وضاحتی فہرستیں، تکنیکی اور سائنسی علوم کی کتابیں، بچوں کی کتابیں، جغرافیہ، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، تجارت، زراعت، لسانیات، قانون، طب اور علوم کے کئی دوسرے شعبوں سے متعلق کتابیں شامل ہیں۔ بیورو کے اشاعتی پروگرام کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مختصر عرصہ میں بعض کتابوں کے دوسرے تیسرے ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ترقی اردو بیورو نے اپنے منصوبوں میں کتابوں کی اشاعت کو خاص اہمیت دی ہے۔ کیوں کہ کتابیں علم کا سرچشمہ رہی ہیں اور بغیر علم کے انسانی تہذیب کے ارتقا کی تاریخ مکمل نہیں تصور کی جاتی۔ جدید معاشرے میں کتابوں کی اہمیت مُسلّم ہے۔ بیورو کے اشاعتی منصوبہ میں اردو انسائیکلو پیڈیا، ذولسانی اور اردو - اردو لغات بھی شامل ہیں۔

ہمارے قارئین کا خیال ہے کہ بیورو کی کتابوں کا معیار اعلا پائے کا ہوتا ہے اور وہ ان کی ضرورتوں کو کامیابی کے ساتھ پورا کر رہی ہیں۔ قارئین کی سہولتوں کا مزید خیال کرتے ہوئے کتابوں کی قیمت بہت کم رکھی جاتی ہے تاکہ کتاب زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچے اور وہ اس بیش بہا علمی خزانہ سے زیادہ سے زیادہ مستفید اور مستفیض ہو سکیں۔

یہ کتاب بھی بیورو کے اشاعتی پروگرام کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے کہ آپ کے علمی ادبی ذوق کے تسکین کا باعث بنے گی اور آپ کی ضرورت کو پورا کرے گی۔

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم
ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو

فہرست

پیش لفظ : ڈاکٹر کٹر
تقریظ : ڈاکٹر کرن سنگھ
تعارف : رام پرکاش راہی 15
معروضات : رگھوناتھ گھئی 17

پہلا حصہ :- **نیتی شتک** 33 تا 93

حمد
جھوٹا دنیاوی پیار
فن شاعری
بے عقل انسان
نادان
نادان کا سدھار نا ممکن
خاموشی
علم اور انسانیت
سگِ بدتمیز
عقل اور ادراک
جاہلوں کو سمجھانا ممکن نہیں
فن اور انسان کی پہچان
انسانی شعور
جاہلوں کی صحبت
شاعروں کی قدر و منزلت
شعر کی عظمت

اہلِ قلم کی عزت
شاعری خدا کی دین
زبان کی مٹھاس
علم
علم و حکمت
عظیم لوگ
بھلی صحبت
شاعر کی عظمت
وشنو کا دستِ عافیت
انسانیت کا وقار
استقلال
کامیابی کے راستے
شیر کی خصلت
ظرف
کتا اور ہاتھی
معیارِ زندگی
عالموں کی زندگی
راہو ۔ کیتو
کائنات کا نظام
مصیبت میں اپنا کون ؟

دل ہی تو ہے
سخن فہم
پیسے کی وقعت
زر کا کھو جانا
زر کا وقار
عقل و فہم
زر کا مصرف
حُسن اور اخلاق کے پیکر
زر کا جادُو
خدمتِ خلق
راج نیتی
دیش سیوک
مُقدّر
چانک
اُلجھن
بادل اور پپیہا
بدقمار
بدکار
ہرزہ گو
اوصافِ زندگی
چھبن
شاہوں کا غضب
چاکری
اوباش
دُرجن اور عالم

تسکار اور تسکاری
ست پُرش
اہلِ عظمت
بھلے لوگ
خوشنمائی
مہا پُرشوں کا دل
زندگی کا راز
خوش نصیب کون؟
مَر مَر کے جینا زندگی نہیں
اخلاق
اہلِ علم و فن
نیک اوصاف
سچا دوست
بھلے لوگ
بدکار لوگ
سچی محبت
عظیم لوگ
عظمت اور جلال
نایاب لوگ
سُمیرو پربت اور نیم کا پیڑ
عزمِ محکم
اہلِ استقلال
حُسنِ باطن
راہِ راست
ایشور کارساز ہے

اللس

اہلِ عزم

قسمت سے جنگ

کرموں کا صلہ

ہونی بلوان

قسمت کی وقعت

انسان کیوں فانی ہے۔

تدبیر اور تقدیر

کرم کی مہما

کرموں کی گتی

کارِ نیک کا اثر

نیک ظرف

غور و خوض

بھگوان کی پرستش

قسمت کے بغیر کچھ نہیں ملتا

نیک کرم ہی قسمت

پندِ سودمند

اہلِ صفا

بھدر لوگ

اہلِ ہمت

تیاگ

ہیرو

کارِ نیک کا جذبہ

اٹل

دوسرا حصّہ :- سنگار رشتک 94 تا 145

کام دیو کو نمسکار

حُسن کا جادو

حُسن کا زیور

حُسن ہی حُسن

حُسنِ سادہ

ادائے حُسن

حُسن کی دل کشی

زیبائش حُسن

آرائش حُسن

کیا ناری ابلا ہے ؟

حُسن کا غلام کام دیو

حُسن کی پاکیزگی

نظروں کے تیر

عورت کا حُسن

سراپا

موہنی صورت

جامِ عشرت

کارِ نیک کا صلہ

حُسن کا جادو

زبان کی مٹھاس

چاندنی اور حسینہ

انتہائے لطفِ وصال

ملن

دورِ وصال

کام دیو کی رحمتیں

پیری میں شوقِ وصل

جوانی اور حُسن

کام دیو

تیرِ نظر

دِل کا قرار

عُلما اور حسینہ

دشمنِ جاں

تنبول

حسنِ دلربا

یک دل و یک جان

رنگین مناظر

لُطف و سرور

جوانی کی بہاریں

عشق کا امرت

دکھ کا کارن

لالسا

دلکش مجبوری

جان کا زیاں

امرت بھی زہر بھی

تضاد

عورت اور شاعر

حسین عورت

شباب حُسن کی جان

حُسن کا طوفان

معمّہ

شہد بھی اور زہر بھی

ناگن

کامنی، ایک ڈش

کامنی کا شریر

ترچھی نگاہ

حسن کی دل کشی

عشق لاعلاج بیماری

بدبخت عورت

فاحشہ

طوائف

مردِ کمال

ننھی حسینہ

بے حس پیری

دورِ ریاضت

دو مخلوط دل

نوجوان یوگی

سراب

بیراگ

گیان

حُسن کی تسخیر

یاں
گیان
کام دیو کی شکتی
عشوؤں کے تیر
عشق میں ثابت قدم
ہوس کی آگ
عورت ایک مجبوری
دیو ہوس
کام دیو کی حکومت
ضبط
بسنت رُت
حُسن بھی مجبور ہے
دلِ مجبور
خوشگوار منظر
زہر
سُہانے منظر
فصلِ بہار
رنگیں نظارے
دل ربا منظر
برسات کی رُت
دل کش مناظر
کالی گھٹائیں
حُسن کی بہاریں
ابھیسار
برسات کے مزے
باہمی لطف و سرور
زندگی کا لطف
لطف کے لمحے
چھیڑ چھاڑ
بادِ مست
حُبِ دلی

تیسرا حصہ:- ویراگیہ شتک 146 تا 196

مناجاتِ شنکر
ہوس کی آگ
لالچ کا نتیجہ
ذلالت
اگیان
صلے کی چاہ
حسرتیں
لالسا کی آگ
گیان کا امرت
جیون کا موہ
آشا نراشا
کامنا چکر
زندگی کی کشاکش
عیش و عشرت
پکشی اور انسان
طمع
عورت اور شاعر

شاعری خدا کی دین
زبان کی مٹھاس
جستجو
بندھن
یہ دنیاوی رشتے
پیٹ کی آگ
رُسوائی

بن باس
بستیاں
جنگل اور شہر
حماقت
صبر و سکون
بھکشا کی فضیلت
ڈر سے نجات
پورن آزادی
چین کہاں
برہم کا دھیان
دنیاوی عیش
نورِ وحدت
سُکھ کہاں
نراشا کا جیون
یہ کشاکش کس لیے
مبارک ہیں وہ لوگ
برہم کی مستی

موت
موت ایک کھلاڑی
گیان
حرصِ زر
عشق
زندگی اکارت گئی
محرومی
وصالِ مرگ
ایک عُمر ایک لمحہ
تماشا گاہ
شاہی اور فقیری
فقیری کا احترام
دل کا سکون
پُر تسکین زندگی
بے دھڑک جیون
فقیرِ بے نوا
حشمت کا غرور
راج پاٹ کی وقعت
راجاؤں کی ہستی
محترم ہستی
زندگی کا راز
شوجی کی رحمت
فکر کیوں؟
تسکینِ دل کا راز
یہ جہاں فانی ہے

لکشمی
زندگی کا لطف
خدا کی ذات
بیراگ
برہم
دلِ انساں
پوجا تپسیا
ایشور تو دل میں ہے
انسان کی ہستی
دورِ پیری
اہانت
جوانی
زندگی چار دن
چنچل من
یادِ حق
پیار کا لطف
عیش محل یا جنگل

نفسِ امّارہ
مکمل آزادی
پیری اور یادِ خدا
شوجی کی عظمت
شو پریم
انسان اور قدرت
قدرت کے مناظر
شوجی کی پرستش
بنارس کی نگری
گنگا کا تٹ
ایک ہی آرزو
شنکر کی مہما
جامِ عشق
جوگی کا دل
بھکشو
وصل کی رات

ڈاکٹر کرن سنگھ

تقریظ

کسی مُلک کی عوامی زندگی اور کلچر سے جُڑے ادیبوں کی گوں ناگوں باتیں اکثر کہاوتیں بن جایا کرتی ہیں۔ ہندی کے معرُوف شاعر سوامی تُلسی داس کی چوپائیاں اور دوہے جا بجا ہر خاص و عام کی زبان سے کہاوتوں کی صورت سُنے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت سنسکرت کے عظیم شاعر مہاراج بھرتری ہری کے بارے میں بھی صادق آتی ہے۔ اُن کی معرُوف تصنیف "شتک تریم" کے "نیتی شتک" "شنگار شتک" اور "ویراگیہ شتک" کے شلوک سنسکرت جاننے اور سمجھنے والوں کے مُنھ سے اس طرح نکلتے ہیں۔ جیسے کہ وہ روزمرّہ بول چال کا حصّہ ہوں۔ مثلاً :-

" علم سے محرُوم انساں آدمیت کا زوال "

" کچھ نہیں شاہوں کی وقعت شاعروں کے سامنے "

" شعر میں۔ فن میں۔ ادب میں جس کو دلچسپی نہیں
آدمی کے بھیس میں وحشی ہے وہ کچھ بھی نہیں "

" اہلِ ہمت اور صداقت راہ بدلتے ہی نہیں
اپنے وعدے سے کبھی ہرگز پھسلتے ہی نہیں "

دھرم سے جو گِر گیا وہ آدمیّت سے گیا "

وغیرہ وغیرہ

دھرم اور فلسفہ بھارتیہ عالموں کے خاص الخاص موضوع رہے ہیں

صداقت کی کھوج اور انسانی زندگی کی حقیقتوں اور گتھیوں کو سلجھانے - سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کی کوششوں میں لگا رہنا ہی اُن کی زندگی کا مقصد تھا - چار وید - چھ درشن - اُپنشد اور گیتا میں ویدک فلسفے کا نچوڑ ملتا ہے - کہا جاتا ہے کہ مہاراج بھرتری ہری دھارا نگری کے مشہور راجہ بکرماجیت کے سوتیلے بھائی تھے - پہلے وہی راجہ تھے - اُن کے سنیاس لینے کے بعد بکرماجیت راج گدّی پر بیٹھے - بھرتری ہری کی شاعری میں زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے - عظیم شاعروں کے بارے میں کہا گیا ہے ؎

ہیں مبارک شاعرانِ نکتہ داں - شیریں بیاں
موت کا پیری کا اُن پر کچھ اثر ہوتا نہیں

مر کے بھی رہتے ہیں پائندہ و تابندہ - جواں
موت کا مہلک اثر بھی کارگر ہوتا نہیں

درد و غم میں بھی شگفتہ ہیں گُلِ تر کی طرح
غم کبھی اُن کے لیے بیدار گر ہوتا نہیں

بھرتری ہری کے "شتک تریم" کا منظوم اُردو ترجمہ غیر معمولی معرکے کا کام ہے - جس کے لیے جناب رگھوناتھ گھئی صاحب کو "شتک تریم" کے پہلے مترجم ہونے کا فخر حاصل ہوگا - ساتھ ہی بھرتری ہری کی شاعری کو خاص و عام تک پہنچانے کی قدر و منزلت بھی -

کرن سنگھ

۱- نیائے مارگ، چانکیہ پوری

نئی دہلی ۱۱۰۰۲۱

معروضات

بھرتری ہری سنسکرت کے عظیم شاعر ہی نہیں اعلا درجے کے محقق، قواعددان اور فلسفی بھی تھے۔ کتابوں کی شکل میں دو بیش بہا خزینے" واک پدیتّہ اور" شتک تریَم" ان کے نام سے منسوب ہیں۔ " واک پدیتّہ" سنسکرت زبان پر عالمانہ ریسرچ کی کتاب ہے۔ اور" شتک تریَم " ان کا معروف شعری مجموعہ ہے۔ جسے دُنیا کا ایک بڑا ادبی شاہکار مانا گیا ہے۔ اس میں اِنسانی زندگی کے تقریباً ہر موضوع پر شلوک ملتے ہیں اور ہر شلوک زندگی کی کسی نہ کسی عظیم سچّائی کو بڑے اثرانگیز طریقے سے بیان کرتا ہے۔ اِس کتاب کا ترجمہ اُردو اور ہندی کے علاوہ انگریزی فرانسیسی۔ لاطینی۔ ڈچ اور یونانی زبانوں میں بھی کیا جا چکا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے ادیبوں کی تصانیف میں" شتک تریَم " کا اثر نمایاں ہے۔ اردو کے ممتاز شعراء ڈاکٹر محمد اقبال، اور تلوک چند محروم بھی" شتک تریَم " سے بہت متاثر تھے۔ لہٰذا میں نے اس کتاب کے منظوم اُردو ترجمے کو" لمعاتِ بصیرت،، کا نام دینا ہی موزوں سمجھا ہے۔

مہاراج بھرتری ہری کب پیدا ہوئے اور کب تک جیوت رہے اِس بارے میں ادب اور تاریخ بالکل خاموش ہیں۔ صرف سُنی سنائی کہانیوں اور ناٹکوں کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ ان کے والد کا نام گاندھرو سین تھا۔ اُن کا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ جس کا نام بکرماجیت تھا۔ بھرتری ہری اور بکرماجیت ایک ہی باپ کے دو بیٹے تھے۔ جو الگ الگ دو بیویوں کے بطن سے پیدا ہُوئے۔ بکرماجیت کے نانا دھارا کے سردار تھے۔ دھارا مالوہ کا دارالسلطنت

تھا۔ دونوں بھائیوں کا آپس میں بہت پیار تھا۔ دھارا کے سردار دونوں بھائیوں کو ایک جیسا پیار کرتے تھے۔ دونوں بھائیوں کی تعلیم و تربیت میں ایک جیسی دلچسپی لیتے تھے۔ دونوں کی یکساں طور پر علم و ادب۔ راج کاج۔ امورِ سلطنت وغیرہ کی تعلیم انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ بکرماجیت کے نانا کی کوئی اپنی اولادِ نرینہ نہ تھی۔ لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ اُن کے بعد اُن کا نواسا بکرماجیت اُن کا راج کاج سنبھالے گا۔ لیکن بکرماجیت اپنے بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے راجہ بننے کو تیار نہ ہوئے اِس لیے یہی طے ہوا کہ نانا کی موت کے بعد بھرتری ہری ہی کو مالوہ کا راجہ بنایا جائے اور بکرماجیت وزیر اعلا ہو کر اُن کے راج کاج کی دیکھ بھال کریں۔

لیکن راجہ بنتے ہی بھرتری ہری بالکل بدل گئے۔ بھرپور آرام و آسائش کی زندگی۔ راج کاج کے کاموں سے مکمل چھٹکارہ اور اپنے سر پر کوئی ذمہ داری نہ ہونے کی وجہ سے چند ہی دنوں میں سرتاپا عیش و عشرت میں ڈوب گئے۔ ہر وقت جام و طعام حسین اور جوان عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں۔ رقص و سرود کے سوا اُنہیں کسی بات کی چنتا نہ تھی۔ اب اُن کے بھائی بکرماجیت نے محسوس کیا۔ کہ راج کاج کی ذمہ داری اپنے سر لے کر انہوں نے کتنی غلطی کی۔ بھرتری ہری عیاشی کی زندگی میں اِس قدر ڈوب چکے تھے کہ انھیں اِس حالت سے واپس لانا قریب قریب ناممکن لگتا تھا۔ اُنھوں نے کئی بار کچھ ذمہ داریاں بھرتری ہری پر ڈالنے کی کوشش کی لیکن سب بے سود۔ اُن کے رنواس میں ایک سے ایک بڑھکر خوبصورت عورت موجود تھی رات دِن بس اُنھیں صِرف اُنھیں سے کام تھا اور اگر بکرماجیت کام کاج کے بارے میں اُن سے کوئی بات چھیڑتے تو انھیں اِس مداخلت پر اکثر غصہ آجاتا اور وہ بکرماجیت کو بُری طرح جھاڑ دیتے۔ سُنا جاتا ہے کہ جب بعد میں بھرتری ہری اپنی عیاشی کی زندگی سے تنگ آکر اور عِشق میں چوٹ کھا کر راج پاٹ چھوڑ کر جنگل میں جا بسے اور وہاں یکسوئی اور تپسیہ میں لگ گئے تو بکرماجیت نے اُجین میں بہت ہی مضبوط اور کامیاب سلطنت کی بُنیاد

ڈالی۔ اُن کے سلطنت سنبھالنے کے دِن سے جو سمت جاری ہوا وہی بکرمی سمت کہلایا جو آج تک بھارت دیش میں جاری ہے۔

راجہ بھرتری ہری کی عیّاشی کی زندگی سے بعد میں فقیرانہ زندگی شروع کرنے تک کے واقعات اکثر ناٹک منڈلیاں شہر بہ شہر اور مختلف دیہات میں جاکر لوگوں کے سامنے عام فہم زبان میں پیش کرتی ہیں۔ اور نہ معلوم کب سے یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

ناٹکوں کی کہانی کے بموجب مہاراج بھرتری ہری سن عیسوی کے آغاز سے پہلے پیدا ہوئے ہوں گے۔ لیکن ایک چینی سیاح جس کا نام آئی چین تھا۔ ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں بھارت میں آیا تھا۔ وہ بھرتری ہری سے بھی ملا تھا۔ اُس نے اپنے سفر نامے میں بھرتری ہری کا ذکر خاص طور پر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ بھرتری ہری اُس وقت کے سنسکرت کے بہت بڑے پنڈت تھے۔ راج دربار میں اُن کا آنا جانا عام تھا۔ وہ راج دربار کے رکھ رکھاؤ سے خوب واقف تھے۔ وہاں اُن کا ہر طرح سے آدر سنمان ہوتا تھا۔ لیکن اُن کے دِل میں آبادی سے کہیں دُور جنگل میں اپنی باقی زندگی فقیرانہ طور پر بتانے کی خواہش تھی۔ راجاؤں کے ٹھاٹ باٹ اور عیش و عشرت کی مصنوعی زندگی سے اُنھیں سخت نفرت تھی" شتک تریم "، میں بھی اُن کی دِل کی گھٹن کا احساس جابجا ظاہر ہوتا ہے۔ انسانی ذہن پر حرص و ہوس کا غلبہ جھوٹ۔ چالاکی۔ دھوکہ بازی۔ کینہ پروری۔ چغل خوری۔ حُسن کی فریب کاری عشق و محبت میں بے یقینی۔ راجاؤں کی علم و ادب سے بے نیازی اِن کے شلوکوں میں جابجا پائی جاتی ہے۔ اِس کے علاوہ "شتک ترم" کی زبان اور خیالات کے طریقِ اظہار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ کتاب چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی کے دوران لکھی گئی ہوگی۔ - انسائیکلوپیڈیا برٹانکا۔ میں بھی بھرتری ہری کی پیدائش ۵۷۰ء اور وفات ۶۵۱ء میں بتائی گئی ہے۔ سُنی سُنائی کہانیوں اور ناٹکوں کے مقابلہ میں یہ جانکاری کچھ زیادہ ہی قابلِ یقین لگتی ہے۔ ممکن ہے سنِ عیسوی

سے پہلے اُجین میں کسی اور راجہ بکرماجیت نے اپنی سلطنت قائم کی ہو اور دونوں کا نام ایک ہی ہونے کی وجہ سے ناٹکوں میں یہ غلط بیانی پیدا ہو گئی ہو۔

"لمعات بصیرت"

"لمعات بصیرت" کو سمجھنے کے لیے بھارت ورش کے ویدک فلسفے کا علم بہت ضروری ہے۔ دھرم اور فلسفہ بھارت ورش کی زندگی کا خاصہ رہا ہے۔ بھارت میں دُنیا کے مختلف حِصوں سے کئی لوگ آئے اور یہاں آکر بس گئے یہاں کے باسیوں نے اُن کے خلاف مقابلہ کرکے انھیں باہر نکالنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی۔ انھوں نے کبھی اِس بات کو اہمیت نہیں دی کہ اُن پر کون راج کر رہا ہے۔ وہ صرف زندگی کے معموں کو ہی جاننے۔ سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ حقیقت کی کھوج ہی اُن کی زندگی کا مقصد رہا۔ چار وید یعنی رگ وید، یجُر وید، سام وید، اور اتھروِ وید اور چھ درشن یعنی سانکھ۔ یوگ۔ نیائے ویشیشک۔ پُورو میمانسا۔ اُتر میمانسا اور ویدانت وغیرہ کتابوں میں بھارت کے ویدک فلسفے کا نچوڑ ہے۔ یہ تمام کتابیں سنسکرت میں ہیں۔ اِن کو جاننا۔ زبانی یاد رکھنا اور اِن کے مطابق زندگی کو ڈھالنا ہی اُس عہد کی تعلیم کا جزوِ خاص تھا۔ بعد میں جب کئی مُلکوں سے لوگ آکر بھارت میں بستے گئے اور اُن کے رہن سہن کا اثر بھارت کے لوگوں پر پڑتا گیا۔ تو آہستہ آہستہ وہ اپنے فلسفے سے دُور ہوتے چلے گئے۔ ہر اِک کے لئے اِن کتابوں کا پڑھنا اور سمجھنا مُشکل ہوتا گیا۔ تب یہ لٹریچر صرف اُونچے تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے ہی موزوں سمجھا جانے لگا۔ اِس فلسفے کو عام لوگوں کی زندگی اور طور و طریق میں کچھ حد تک قائم رکھنے کے لئے رِشی ویاس جیسے عالموں نے پوران لکھے جو اُس وقت کی مروجہ زبان میں تھے۔ یہ سنِ عیسوی کے آغاز کا زمانہ تھا۔

کولمبیا یونیورسٹی نیویارک کے "پروفیسر ول ڈیورینٹ" نے اپنی کتاب "دی سٹوری آف سولائیزیشنز" میں مفصل طور پر اس آرین فلسفے کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ آرین فلسفے کی کتابوں میں براہمنڈ میں پھیلی ہوئی شکتیوں کو دیوتاؤں کے نام دیئے ہیں۔ برہما۔ وشنو۔ مہیش اُس مہان شکتی کے تین نام ہیں جو سارے براہمنڈ کو چلا رہی ہے۔ یہ تین نام اُس شکتی کی تری مورتی یعنی اس کے تین مختلف پہلوؤں یا کاموں کو ظاہر کرتے ہیں۔ کروڑوں اقسام کی چیزوں یا جانداروں کا کسی شکل میں بننا۔ بنا رہنا اور آہستہ آہستہ بدل کر کسی اور شکل میں ظاہر ہو جانا اُسی مہان تری مورتی شکتی کا کام ہے۔ برہما۔ وشنو اور مہیش کوئی ہماری طرح ہاتھ پاؤں والے دیوتا نہیں ہیں اور نہ ہی یہ کوئی پیغمبر یا آسمانی لوگ ہیں یہ صرف حقیقت کو پہچاننے اور سمجھنے کے لیے شکتیوں کے نام ہیں۔ جو اس براہمنڈ میں اپنے اپنے کام کرتی ہیں۔ سورگ کا راجہ اندر زمین پر بارش لانے کی شکتی ہے۔ جس سے ہماری زمین سورگ کا نمونہ بن جاتی ہے۔ بجلی کی کڑک اور چمک راجہ اندر کے ہتھیار ہیں وہ اکثر ہمالیہ پربت پر بجلی کے وار کرتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں چٹانیں جو جابجا خشکی اور سمندر میں پھیلی ہوئی ہیں وہ ہمالیہ کے بیٹے بیٹیاں ہیں۔ پھر تنری ہری کے "شتک تریئم" میں اِن سب کا ذکر آتا ہے۔ برہم یا براہمنڈ میں ہمارے سورج جیسے نہ معلوم کتنے لکھوکھا سورج ہیں۔ اور لکھوکھا ہماری زمین جیسے ستارے ہیں جو سدا اپنی حالت بدلتے رہتے ہیں۔ اُن میں بھی ہماری زمین کی طرح سدا تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جہاں آج سمندر ہے وہاں کبھی خشکی تھی۔ جہاں آج پہاڑ ہیں کبھی وہاں میدان تھے۔ جیسے جابجا پھل پھول۔ درخت پودے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پھر بکھر جاتے ہیں اسی طرح کروڑوں قسم کے جاندار کیڑے۔ پرندے۔ جنگلی اور پالتو جانور اور آدمی پیدا ہوتے ہیں اور مرتے رہتے ہیں معلوم نہیں براہمنڈ میں کتنی ایسی فلکی بستیاں ہیں جہاں کروڑوں اقسام کے جاندار وغیرہ پیدا ہونے اور مٹتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ تبدیلیاں یونہی

بے وجہ نہیں ہوجاتیں۔ اِن کے ہونے اور بکھرنے کے اصُول ہیں اگر کوئی جاندار مِٹ کر آدمی کی شکل میں پیدا ہوتا ہے تو اس کی خاص وجہ ہے پہلی حالت سے دُوسری حالت میں آجانے کی وجہ اُس کے اندر وہ حالات حقیقتیں اور شکتیاں ہیں جو اُسے تبدیلی پر مائل کرتی ہیں۔ ایک بیج زمین پر گرتا ہے تو اس سے وہی درخت یا پودہ پھُوٹ کر نِکلتا ہے۔ جس سے الگ ہو کر وہ گرا تھا۔ لیکن یہی بیج اگر کسی ایسی جگہ جا گرتا ہے۔ جہاں اُسے کسی اور طرح کی آب و ہوا زمین اور حالات ملتے ہیں تو وہ الگ قسم کا درخت بن کر پیدا ہوجاتا ہے۔ اِس طرح بدلتے بدلتے وہ پہلی حالت سے بدل کر بالکل نئی چیزیں نمودار ہوجاتی ہے کئی سالوں تک ایک جگہ پڑی مٹی پتھر یا کوئی اور چیز عرصہ کے بعد کئی اور قسم کی معدنیات میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ براہمنڈ میں یہ تبدیلیوں کا عمل لگاتار چلتا رہتا ہے۔ ایک دریا کے بہاؤ کی طرح۔ آتما۔ پرماتما اور پرکرتی کا کوئی آغاز نہیں۔ اور نہ کوئی انجام ہے یہ سدا سے ہیں اور سدا رہیں گے یعنی یہ پرواہ سے انادی ہیں" آرین فلسفے کے مطابق کرموں کا مسئلہ بھی انھیں تبدیلیوں کے زیرِ اثر کام کرتا ہے۔ جب کوئی جیو انسانی یا کسی اور شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور جس قسم کے کام اپنی اِس حالت میں کرتا ہے۔ یا جس طرح کی سوچوں اور کاموں میں اپنی زندگی بِتاتا ہے۔ اگلے جنم میں یا اگلی تبدیلی میں اُسے اِنہیں اوصاف سے بھرپُور زندگی مِلتی ہے۔ اس طرح وہ ہر جنم میں پہلے جنموں کے کرموں کے مُطابق حاصل کیے ہوئے وجُود میں پیدا ہو کر کام میں لگ جاتا ہے۔ بڑھتے بڑھتے جب اِنسانی جسم میں آکر وہ اُس شکتی کی سطح تک پہنچ جاتا ہے۔ جو سارے براہمنڈ کو چلا رہی ہے۔ تو وہ اس شکتی میں سما کر برہم ہی ہوجاتا ہے۔ پھر اُسے بار بار جنم لیکر کرم کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اِس موضوع پر بحث کرتے ہوئے وِل ڈیورنٹ کا کہنا ہے کہ موجُودہ دَور کے ممتاز فلاسفر بھی قریب قریب اِسی فلسفے کے نزدیک تر پہنچتے جاتے ہیں۔ ویدوں، شاستروں اور پرُانوں میں کرموں کے مسئلے پر خاص طور پر بحث کی گئی ہے۔ کیونکہ اِنسان ہونے کے ناطے ہماری اِس

زندگی میں ہمارے کرموں کی خاص وُقعت ہے۔ ہم اِنسان ہیں۔ ہمیں قدرت نے جو جسم بخشا ہے۔ اِس میں ہمارے دماغ کی شکتی۔ ہماری سوچ ہمارے کاموں پر یا کامیابی اور ناکامی پر پُورا اثر ڈالتی ہے۔ ہماری یہی شکتی ہم کو خاص خاص کاموں اور باتوں کی طرف مائل کرتی ہے تاکہ ہم وہ کام کرکے کائنات میں اُس حالت تک پہنچ سکیں جس میں ہمارے اندر اِس براہمنڈ یا برہم کو پہچاننے کی شکتی پیدا ہو سکے۔ ورنہ جو کام ہم اِس اِنسانی زندگی میں کریں گے بکھر جانے کے بعد پھر قدرت کے اصُول کے مطابق ایسی حالت میں جا پہنچیں گے جو ہمارے کاموں کے اثر سے ہمیں ملے گی ؎

کبر کے اشجار پر پتے نہیں اُگتے اگر
اس میں ہے فصلِ بہاراں کی بھلا تقصیر کیا

مُنہ میں چاتک کے اگر پانی نہیں گرتا تو پھر
بادلوں کو کیا کہیں اِس کی کریں تدبیر کیا

بُوم کو دِن میں اگر آتا نہیں کچھ بھی نظر
مہر کرنوں میں بھلا پیدا کرے تاثیر کیا

زندگی تجھ کو ملی ہے کرم کرنے کے لئے
سوچ مت تدبیر کی۔ کچھ بھی نہیں تدبیر میں

یاد رکھ تجھ کو ملے گا زندگی میں بس وہی
قادرِ مطلق نے جو کچھ لکھ دیا تقدیر میں

(نیتی شتک ۹۴)

تِل پکانا چلتے صندل پر مزین دیگ میں
کون کہتا ہے نہیں یہ عقل کے اندھوں کا کام

سخت نادانی ہے پاکر زندگی اِنسان کی
لے نہ پاتا زندگی بھر اپنے پرمیشور کا نام

تُم کو کیا معلوم کِس قیمت پہ ملتا ہے تمھیں
لاکھ جنموں بعد انساں بن کے جینے کا مقام
(نیتی شتک)

اِنسان کو اِسی لیے اشرف المخلوقات کہا گیا ہے۔ اِنسانی زندگی ہی وہ آخری سیڑھی ہے جس کی مدد سے ہم برہم کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہی برہم۔ ایشور یا خُدا کو پالینے کی فرودگاہ ہے۔ جو اِنسان جِتنا اِنسانیت سے گرجاتا ہے وہ اُتنا ہی ایشور یا خُدا سے دُور ہوتا چلا جاتا ہے۔ بھرتری ہری نے "لمعات بصیرت" میں اِنسان کو حقیقی مکمل اِنسان بن کر جینے کی ترغیب دی ہے۔ یہی "لمعاتِ بصیرت" کا مقصد ہے۔ ایک اچھا مکمل اِنسان بن کر جینے کے لیے اور پھر اپنی آخری منزل پانے کے لئے بھارتیہ شاستروں میں دھرم۔ ارتھ۔ کام اور موکش کے اصُول پر زندگی کا پروگرام ڈھالنے کی تلقین کی گئی ہے یعنی ایک اچھے اِنسان کو اپنا مقصدِ خاص پانے کے لئے دھرم کے اصُولوں پر چلتے ہوئے ضروریاتِ زندگی مہیا کرنا۔ بچوں کو پیدا کر کے اُن کا پالن پوشن کرنا۔ اور پھر موکش کے حصول کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا۔ یہی زندگی کا پروگرام ہونا چاہیئے۔ "لمعات بصیرت" کی کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ ہر حصے میں قریب قریب ایک صد یا کچھ زیادہ شلوک ہیں۔ پہلا حصہ "نیتی شتک" ہے۔ جس میں مصنّف نے بھلے بُرے کی تمیز۔ عزیز و اقربا سے محبت۔ علم و ادب

کی قدرو منزلت۔ زندگی کے معیار کا حصول۔ زندگی میں زر کی وقعت۔ راج نیتی وغیرہ موضوعات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ دوسرے حصے کو انہوں نے "شنگار شتک" کا عنوان دیا ہے۔ اس میں انسان کی نجی زندگی نفسیات۔ جذبۂ عشق و محبت۔ جنسی تعلقات۔ انسان اور قدرت کی قربت مطابقت اور مشابہت کا ذکر کیا ہے۔ اس حصے میں عورت کے حسن اور جنسی کشش کو انسانی فطرت کا معجزہ اور ایشور کی افضل ترین برکت کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔

تیسرا حصہ ویراگیہ شتک ہے۔ جو بھرتری ہری کا سب سے مرغوب حصہ ہے اس میں انہوں نے زندگی کے ہر مرحلے سے گزر جانے کے بعد غم و فکر سے آزاد ہو کر آبادی کی گہما گہمی سے دور جنگل کے کسی تنہا گوشے میں اپنی آخری منزل کو پانے کے لئے بھرپور مستی میں زندگی گذارنے کے طور طریق بیان کئے ہیں اُن کے خیال کے مطابق یہی زندگی کے سفر کی سب سے زیادہ دلچسپ اور دل افزا قیام گاہ ہے۔ اس میں اپنے مقصد کے سوا اور کسی چیز کے لیے جدوجہد کی ضرورت نہیں رہتی۔ کسی بات کے غم و فکر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور آخری منزل کے آثار دل و نظر کے سامنے بھرنے لگتے ہیں ؂

اِس گپھا میں خود پہ ہنستا ہوں جب آتا ہے خیال
کیا کٹی وہ پہلی مری حرص ہوس کی زندگی

کس قدر بدبخت تھی۔ محتاج تھی۔ کتنی حقیر
زر کی خاطر کس قباحت میں گذاری زندگی

اِس فقیری میں ہے حاصل مجھ کو شاہوں کا جلال
چار سُو پیشِ نظر ہنستی۔ تھرکتی زندگی

(ویراگیہ ۲۹)

جنگلوں میں ہیں مہیّا چار سُو رعنائیاں
شیت جل پینے کو۔ کھانے کو ہیں پھل میٹھے لذیذ

دُوب کا بستر بچھا ہے خوابِ عشرت کے لئے
زندگی آزاد و فرحت آشنا و باتمیز

بستیوں میں زر کے لالچ میں بھٹکتی زندگی
کس قدر بے آبرو۔ بے خانماں۔ کتنی غلیظ
(ویراگیہ ۲۸)

میرا گھر ہے ساری دُنیا۔ آسماں ایواں میرا
میرا بازُو میرا تکیہ۔ میرا بستر سبزہ زار

ہم بغل پہلُو میں ہے "بیراگ" میری سنگنی
چاند کا دیپک فروزاں۔ بادِ صرصر خوشگوار

کس قدر دلچسپ میری وصل کی یہ رات ہے
جاں فزا پُر کیف۔ تسکیں خیز۔ دلکش۔ عطر بار
(ویراگیہ ۱۰۰)

یہی وہ منزل ہے جہاں محبُوب سے ملنے کی خوشی اور اُتساہ سے بھرا ہُوا دِل دُنیاوی جھمیلوں سے بے نیاز۔ انوکھے لُطف سے سرشار کبھی فنا نہ ہونے والی مسرت میں ڈوب جاتا ہے۔

"لمعاتِ بصیرت" ایک ایسے بزرگ فلسفی کی آواز ہے۔ جسے اِس مروجہ دُنیاوی

زندگی میں کہیں سُکھ اور شانتی دکھائی نہیں دیتے۔ زر کی ہوس میں بھٹکتی زندگی میں اگر تھوڑی سی عارضی خوشی ملتی ہے تو صرف خوبصورت نوجوان عورت کے پہلو میں۔ ورنہ اصلی خوشی آبادی سے دور جنگل کے کسی کونے میں صرف ایشور کے دھیان میں دنیا کے لوازمات تیاگ کر ہی حاصل ہو سکتی ہے ؎

یا تو جپ تپ اور ریاضت میں گذارو زندگی
یا حسیناؤں میں رہ کر عشق کا امرت پیو

سورگ کے دو راستے ہیں میرے پیارے دوستو!
ایک ہی چُننا ہے تم کو۔ یوں جیو یا یوں جیو
(شنگار شتک ۴۰)

بھرتری ہری "شتک تریئ" میں جا بجا راج دربار کی زندگی سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے کئی شلوکوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ راج دربار کے طور و طریق سے خوب واقف تھے۔ ظاہر ہے کہ اُنہوں نے ایسی زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہو گا۔ اور اس طرح کی زندگی کا پُورا لُطف بھی اُٹھایا ہو گا۔ اُنھیں اِس بات کا بھی دُکھ تھا کہ راج درباروں میں شاعروں اور عالموں کی وہ عزت و حُرمت نہیں ہوتی جس کے وہ مستحق ہیں۔ اُنہوں نے شاعری کو ایشور کی دی ہُوئی بے بہا دولت کہا ہے ؎

علم کی دولت کے ہم پایہ کوئی دولت نہیں
تاجداروں کو ہے لازم عالموں کا احترام

کچھ نہیں شاہوں کی وُقعت شاعروں کے سامنے
شعر شاعر کا حقیقت میں خُدا کا ہے کلام
(نیتی شتک ۱۶)

جس جگہ کے شاعرانِ نکتہ داں شیریں بیاں
مُفلس و نادار ہوں بے بس فلاکت کے شکار

اُس جگہ کے حکمراں۔ فرماں روائے سلطنت
احمق و بدبخت و بدخو، بے شعور و بد قمار

مُفلسی میں بھی کبھی شاعر نہیں ہوتا حزیں
بھوک اور فاقہ میں بھی یہ مست رہتا ہے مدام

چیتھڑوں میں ہو کہ ہو ابریشمیں ملبوس میں
اُس کو حاصل بادشاہوں سے بھی بڑھکر احترام

(نیتی شتک ۱۵)

تاجدار! حکمرانو! مملکت میں آپ کی
دیکھنا ہرگز نہ ہوں اہلِ قلم بے آبرو
زیر کرنا ان کو دولت سے کبھی ممکن نہیں
باندھنا جیسے کمل کی نال سے فیلِ بلند

(نیتی شتک ۱۷)

شاعری کو خُدا کا کلام سمجھنا اور اُسے الہامی آواز کہہ کر اُس کی عزت کرنے کی مثال ہندوستان میں پیدا ہُوئے سکھ مذہب میں ملتی ہے۔ گورو ارجن دیو جی مہاراج سکھ مذہب کے پانچویں گورو تھے انھوں نے کچھ شاعروں کا کلام اکٹھا کر کے ایک مرقعِ ادب تیار کیا۔ اور اُسے گُورو گرنتھ صاحب کا نام دے دیا۔ اِس انتخاب میں ہر فرقہ سے ممتاز شعراء کا چیدہ چیدہ کلام لیا گیا۔ اِن میں فرید۔ رحیم۔ کبیر وغیرہ پیدائشی مسلمان تھے اور سُورداس تُلسی۔ نانک۔ رویداس جیسے ممتاز کوی ہندو گھرانوں کی پیداوار تھے۔ اِس کتاب کو متبرک سمجھ کر اس کی اِتنی پوجا اور عزت کی جاتی ہے۔ جِتنی ہندوؤں میں وید بھگوان کی مسلمانوں میں قرآن شریف کی اور عیسائیوں میں انجیل کی۔

"شتنک ترنم" کی زبان

"شتنک ترنم" کی زبان سنسکرت ہے۔ لفظ "سنسکرت" کے معنی ہیں صاف، مکمل، نکھری ہوئی، سلجھی ہوئی، منجھی ہوئی، شستہ زبان یعنی وہ زبان جو ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ جس کا ہر حرف[1] اور لفظ کسی گرامر کے اصولوں کے مطابق بنا ہے۔ سنسکرت عام زبانوں کی طرح زبان نہیں جو صرف بولتے بولتے بن کر رائج ہو گئی ہو۔ اس کا ہر لفظ دیاکرن یعنی گرامر کے اصولوں کے مطابق بنا ہے۔ اگر پانی کے لئے سنسکرت کا لفظ "جل" ہے۔ تو یہ بھی کسی اصول کی بنا پر ہی بنا ہے۔ اسی لئے سنسکرت زبان اپنے عروج کے وقت ہر آدمی کی زبان نہ تھی۔ سنسکرت صرف پڑھے لکھے ودوان لوگ ہی پڑھتے اور بولتے تھے۔ عام لوگوں کے بولنے کی زبان "پراکرت" کہلاتی تھی۔ پراکرت ادبی زبان نہ تھی۔ ادبی زبان صرف سنسکرت ہی تھی۔ عام ان پڑھ لوگوں کو سنسکرت بولنا منع تھا۔ اُس وقت کی سوسائٹی کا یہ خیال تھا کہ عام آدمی اگر کسی سلجھی ہوئی زبان کو بولیں گے تو وہ زبان آہستہ آہستہ بگڑ جائے گی۔ اُس زبان کی اصولی ساخت میں فرق آجائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سنسکرت اب بھی بالکل صاف اور مکمل زبان ہے۔ پانینی (पाणिनी) کی لکھی ہوئی "اشٹ ادھیائی" نامی کتاب میں سنسکرت زبان میں عبور حاصل کرنے کے وہ تمام اصول بتائے گئے ہیں جن کو جاننا اور سمجھنا اُس وقت کے طالب علموں کے لئے ضروری تھا۔ سنسکرت دُنیا بھر کی زبانوں کی ماں ہے۔ جس زمانے میں سنسکرت رائج تھی۔ اُس زمانے میں سبھی پڑھے لکھے لوگ یہی زبان استعمال

---

[1] بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دیوناگری کا ہر حرف بناوٹ میں اُس تھرتھراہٹ اور جُنبش کو ظاہر کرتا ہے جو اُس کے بولنے سے ہوا میں پیدا ہوتی ہے۔ یعنی دیوناگری حروف کی بناوٹ بھی کسی وگیانک اصول کی بنا پر تیار کی گئی ہے۔

کرتے تھے جب یہ لوگ دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلتے گئے تو ان کی زبانوں میں بھی فرق آتا گیا اور اس طرح سے نئی نئی زبانیں پیدا ہوتی گئیں۔

سنسکرت لٹریچر میں جو خاص بات دیکھنے میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ لکھنے والا کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ باتیں کہہ سکتا ہے۔ لکھتے وقت لکھنے والے کے ذہن میں جو خیالات اور احساسات ہوتے ہیں وہ پڑھنے والے کے دل و دماغ میں وہی خیالات اور کیفیات تھوڑے سے تھوڑے الفاظ میں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے "لمعات بصیرت" میں بھی اس بات کا خاص دھیان رکھا گیا ہے۔ اس میں ہر شلوک چار سطروں کا ہے۔ مگر وہ خیالات سے بھرپور ہے۔ صرف چار سطروں میں شاعر اپنی بات مکمل طور پر اس طرح کہہ جاتا ہے۔ کہ اُسے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

منظوم ترجمہ

مہاراج بھرتری ہری کے شلوکوں کو ہندی یا اُردو میں منظوم ترجمہ کرنے کا خیال میرے دل میں تب آیا تھا۔ جب میں گارڈن امریکن مشن کالج راولپنڈی میں طالب علم تھا۔ بھرتری ہری کے تینوں شتکوں سے کچھ چیدہ شلوک ہمارے نصاب کی کتابوں میں شامل تھے۔ مجھے وہ اتنے دلچسپ لگے کہ پڑھتے پڑھتے ایک شلوک کا ہندی ترجمہ میری نوکِ قلم پر نمودار ہو کر صفحۂ قرطاس پر بکھر گیا ؎

ورکشوں میں جب پھل لگتا ہے نمرِ بھاؤ آجاتا ہے
جل سے جب بھرپور ہو بادل پر تھوی پر جھک جاتا ہے
ہونے پر دھنواں گنی جن گرو رہت ہو جاتے ہیں
سنت جنوں کی یہ نیتی شری بھرتری ہری بتلاتے ہیں

مگر وہ دیش کی غلامی کا زمانہ تھا۔ جب ہر شوق روٹی روزی کی شدید ضروریات کے نیچے اکثر دب کر رہ جاتا تھا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد روزی روٹی کمانے میں اس قدر مشغول ہو کر رہ گیا کہ ہر قسم کے ذوق و شوق لو ہے

کی مشینوں ہی میں اُلجھ کر رہ گئے۔ پھر ملک کا بٹوارہ ہوا در بدر کی ٹھوکر دں مصیبتوں اور شدید جدوجہد کا شکار رہا۔ اب جبکہ ماحول سازگار ہے۔ اور فکرِ معاش سے بھی نجات حاصل ہے۔ تو "شتک تریَم" کا ترجمہ ہندی کوِیتا کی بجائے اُردو نظم میں مکمل کرنے میں کامیاب ہو سکا ہوُں۔ یہ ترجمہ میں نے دسمبر ۱۹۹۱ء میں شروع کر کے جون ۱۹۹۳ء میں ختم کیا ہے۔ مجھے پتہ نہ تھا کہ بھرتری ہری کا اردو منظوم ترجمہ اس سے پہلے بھی ہوُچکا ہے۔ جو جناب امتیاز الدین خان صاحب نے اُتر پردیش اردو اکیڈمی لکھنؤ کے لئے تقریباً دس سال پہلے شائع کر دیا تھا۔ جناب امتیاز الدین کے ترجمہ کو پڑھ کر معلوم ہوُا کہ یہ ترجمہ اُنہوں نے سنسکرت کے شلوکوں سے سیدھا اردو میں نہیں کیا۔ بلکہ جناب وِنکٹ راؤ کے ہندی نثری ترجمے سے کیا ہے۔ لہذا اُن کے ترجمے اور میرے ترجمے میں فرق لازمی ہے۔ میں نے ہر شلوک کو اورِجنل سنسکرت سے پڑھنے اور سمجھ لینے کے بعد ہی اُسے اُردو نظم میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ بغیر کسی اور ترجمے کی مدد کے سنسکرت سے سیدھا اُردوُ میں نظم کرنے میں مجھے کسی خاص دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا بلکہ میرے لئے یہ کام اتنا دِلچسپ اور مرغوبِ طبع تھا کہ میں نے تقریباً ڈیڑھ سال کے اندر اندر اِس کی پریس کاپی تیار کر لی تھی۔ دراصل کسی اور زبان سے منظوُم ترجمہ کرنے کا کام مُشکل بھی ہے اور آسان بھی۔ جب کوئی مضمون طبیعت پر حاوی ہو جاتا ہے تو نظم ایک چشمے کی صوُرت پھوُٹ کر نکلتی ہے۔ اس کے برعکس اگر یہی کام محض کسی ایما پر یا ضرورت سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ تو وہ نہ تو جلد مکمل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس میں جدت اور خوبصورتی پیدا ہو سکتی ہے

"لمعاتِ بصیرت" منظوُم مکمل کرنے میں مَیں اپنے مہربان دوست اور اُردو کے برگزیدہ شاعر جناب کرشن موہن کا بغایت ممنون ہوں کہ انہوں نے اِس کام کو پایۂ تکمیل تک

پہنچانے میں مجھے ہر لحاظ سے ہمت دی اور اپنے بیش قیمت مشوروں سے مستفید کرتے رہے۔ اس کے علاوہ میں "تناظر" کے مدیر و پبلشر اور معروف افسانہ نگار جناب بلراج ورما صاحب کا بھی شکر گذار ہوں۔ انہوں نے اسے کتابی صورت میں آپ کے سامنے پیش کرنے کی ہر ممکن طریقے سے میری مدد کی۔

اب "لمعات بصیرت" اُردو منظوم آپ کے سامنے ہے۔ بغور مطالعہ کے بعد اگر آپ اس سے کچھ حاصل کر سکیں گے تو میں سمجھوں گا کہ ڈیڑھ ہزار سال تک وقت کے اندھیرے غار میں چھپے ہوئے اِس خزینے کو کھود نکالنے اور آج کی عام فہم رائج زبان میں ۔ آپ کی خدمت میں پیش کرنے میں میں نے جو محنت کی ہے۔ وہ بے کار نہیں گئی۔

رگھوناتھ بھٹی

نیتی شتک

(۱)

حمد

مشرق و مغرب ہیں۔ ماضی حال و مستقبل ہیں تو
ذرّے ذرّے میں فروزاں تیرا جلوہ آشکار
گیان سے تیرا فقط احساس کر سکتے ہیں ہم
ہوں تیری خدمت میں حاضر میں حزین و اشک بار

(۲)

جھوٹا دنیاوی پیار

پیار تھا جس سے مجھے اس کو کسی سے پیار تھا
چاہتی تھی وہ جسے وہ بھی کسی پر تھا فدا
اس کی معشوقہ تھی دیوانی مگر میرے لئے
آہ! کیسا عشق تھا۔ دھوکہ تھا اور کچھ بھی نہ تھا

میں بھی جھوٹا۔ تم بھی جھوٹے ہیں سبھی جھوٹے یہاں
جھوٹ کی بستی ہے یہ۔ صدق و صفا کچھ بھی نہیں
ایسی دنیا پہ میں لعنت بھیجتا ہوں بار بار
عشق اس دنیا کا دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں

(۳)

فنِ شاعری

کچھ یہ کہتے ہیں مرے گیتوں کا مطلب کچھ نہیں
کچھ سمجھ لیتے ہیں پر اپنی انا میں چُور ہیں
کچھ سمجھ کر بھی ہیں اکثر ان سے یکسر بے نیاز
ہم تو لکھتے جا رہے ہیں کیونکہ ہم مجبور ہیں

(۴)

بے عقل انسان

جو نہ ہو آگاہ سمجھانا اُسے مشکل نہیں
اور عاقل کو تو سمجھانا بہت آسان ہے
جو نہ عاقل ہے نہ ہے آگاہ اُس کا کیا کریں
اُس کو سمجھانے کی ہر کوشش وبالِ جان ہے

(۵)

نادان

ہیں بہادر شیر دِل، گھڑیال کے دانتوں سے جو
نوچ لاتے ہیں کمالِ فن سے دُرِّ بے بہا
اور دُنیا میں ہیں ایسے بھی شناور نامور
تیرتے جاتے ہیں بحرِ بیکراں میں جو سدا
سانپ سر پر باندھ لیتے ہیں جو پگڑی کی طرح
دہر میں ایسے بھی ہیں عالم۔ تپسوی رہنما
آہ! لیکن آج تک ایسا کوئی دیکھا نہیں
جو کسی ناداں کو کر پائے حقیقت آشنا

(۶)

ناداں کا سُدھارنا مُمکن

باندھنا ہاتھی کے پَیروں کو کمل کی نال سے
بیندھنا موئے سرس سے سخت ہیرے کا جگر
یا سمندر شہد کی اِک بوند سے کرنا قوام
یہ نہیں مِمکن تو پھر سوچو ذرا جانِ پدر!
کِس طرح آخر سُدھارو گے کِسی ناداں کو
کیا کِسی احمق پہ ہوگا حرفِ شیریں کا اثر

(۷)

خاموشی

خامشی اِک مصلحت ہے احمقوں کے واسطے
یہ تو پردہ ہے حماقت کو چھُپانے کے لئے
عالموں کے واسطے بھی ہے یہ اسلوبِ کمال
امتیاز و عزت و تکریم پانے کے لئے

پھُول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر
—— اقبالؔ

(۸)

علم اورِ انسانیت

میں تھا جب نا اہل و کمتر۔ بے تمیز و بے شعور
میں سمجھتا تھا کہ ہوں میں کوئی مردِ باکمال
ہر کسی سے بے محابا دُو بدُو ہوتا تھا میں
بے محل ہر گفتگو بے ربط و مطلب ہر مقال
عالموں کی محفلوں میں رہ کے اب سمجھا ہوں میں
علم سے محروم انساں سِفلہ پن کی ہے مثال

(۹)

سگِ بدتمیز

خشک بدبُودار ہڈی میں ہے کُتے کو سُرور
آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی اُس کو فرصت ہے کہاں
اِندر بھی آجائے تو اٹھتی نہیں اُس کی نظر
ایک ہی نقطے پہ ہے مرکوز اس کا کُل جہاں

نیک و بد کی کر نہیں سکتے جو دُنیا میں تمیز
چوستے رہتے ہیں بس کُتے کی صورت استخواں

(۱۰)

عقل اور ادراک

سوزگ سے نکلی تو شوجی کی جٹا میں جا گری
ہند کی دھرتی سے پہنچی بحرِ ہیبت ناک کو
گنگ کی صورت یونہی نابود ہو جاتا ہے وہ
کام میں لاتا نہیں ہے جو کبھی ادراک کو

(۱۱)

جاہلوں کو سمجھانا ممکن نہیں

بھوک، سردی، دھوپ، بارش کا بھی ممکن ہے علاج
اور فیلِ مست کو بھی زیر کر لیتے ہیں لوگ
کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا کبھی
توڑ کر تاروں کو اک مٹھی میں بھر لیتے ہیں لوگ
سانپ کے کاٹے کا بھی دنیا میں ہوتا ہے علاج
زہر کو تدبیر سے تریاق کر لیتے ہیں لوگ
جاہلوں کو آہ! سمجھانا مگر ممکن نہیں
ان کو سمجھانے کا دنیا میں کوئی سادھن نہیں

(۱۲)

فن اور انسان کی پہچان

شعر میں۔ فن میں۔ ادب میں جس کو دلچسپی نہیں
آدمی کے بھیس میں وحشی ہے اور کچھ بھی نہیں
یہ غنیمت ہے یہ وحشی گھاس کھا سکتا نہیں
وحشیوں کو اس کے ہونے سے ضرر کچھ بھی نہیں

(۱۳)

انسانی شعور

علم و فن۔ عرفاں۔ پرستش۔ دھرم۔ دان اور انکسار
جن کے دل میں ان خصائص کی بصیرت کچھ نہیں
ہیں زمیں پر بوجھ وہ وحشی درندوں کی طرح
ان میں انسانوں کی فکر و فہم و حکمت کچھ نہیں

(۱۴)

جاہلوں کی صحبت

راج محلوں میں جہاں ہے لُطف و عشرت چار سُو
جاہلوں کے ساتھ دوزخ ہے سراسر زِندگی
اِس سے بہتر جنگلوں میں پنچھیوں کا ساتھ ہے
بے تردّد ہے جہاں جنّت کا منظر زِندگی

(۱۵)

شاعروں کی قدر و منزلت

جس جگہ کے شاعرانِ نکتہ داں شیریں بیاں
مفلس و نادار ہُوں بے بس خلاکت کے شِکار
اُس جگہ کے حکمراں، فرمانروائے سلطنت
احمق و بدبخت و بدخُو۔ بے شعُور و بدقمار
مفلسی میں بھی کبھی شاعِر نہیں ہوتا حزیں
بھوک اور فاقہ میں بھی سرمست رہتا ہے مدام
چیتھڑوں میں ہو کہ ہو ابریشمیں ملبُوس میں
اُس کو حاصل بادشاہوں سے بھی بڑھ کر احترام

(۱۶)

شعر کی عظمت

علم کی دولت کے ہم پایہ کوئی دولت نہیں
تاجداروں کو ہے لازم عالموں کا احترام
کچھ نہیں شاہوں کی وقعت شاعروں کے سامنے
شعرِ شاعر کا حقیقت میں خدا کا ہے کلام

(۱۷)

اہلِ قلم کی عزت

تاجدارو! حکمرانو! مملکت میں آپ کی
دیکھنا ہرگز نہ ہوں اہلِ قلم بے آبرو
زیر کرنا اِن کو دولت سے کبھی ممکن نہیں
باندھنا جیسے کمل کی نال سے فیلِ بدو

(۱۸)

شاعری خدا کی دین

قابلیت شعر کہنے کی خدا کی دین ہے
چھیننا شاعر سے یہ جوہر کبھی ممکن نہیں
دودھ سے پانی جدا کرنا ہے جوہر قاز کا
کوئی اس جوہر کو اس سے چھین سکتا ہے کہیں؟

(۱۹)

زبان کی مٹھاس

پھول، چندن، ہار، کیسر، دلکش بھوشا کا سنگھار
حسن میں تیرے نہ آئیگا کبھی ان سے نکھار
ہیں لب شیریں میں پنہاں حسن کی رنگینیاں
حسن کی زینت فقط تیرا کلام خوش گوار

(۲۰)

علم

عِلم کی دولت وہ دولت ہے نہیں جس کی مثال
عِلم کی دولت ہی سے اِنساں کو حاصل ہر کمال
عِلم بندھو۔ دیوتا۔ سرچشمۂ عرفانِ حق
عِلم سے محروم رہنا آدمیت کا زوال

(۲۱)

علم و حکمت

عِلم کی دولت سے حاصل کل جہاں کی نعمتیں
عِلم کی کنجی سے کھُل جاتے ہیں خوش بختی کے باب
ہیں خدا کی بخششیں تجھ پر تو کوئی غم نہیں
ساتھ ہوں بھائی بہن تو کچھ نہیں خوفِ عذاب
دوست ہیں گر ساتھ تو درماندگی کا ڈر نہیں
دسترس ہے شعر کی تو ہیچ ہیں شاہی کے خواب

(۴۲)

عظیم لوگ

اقربا پر مہر و بخشش اور غلاموں پر کرم
دشمنوں سے دشمنی اور دوستوں سے لطف و پیار
عالموں۔ گوروؤں سے باعزت تحمّل کا سلوک
دین دکھیوں کے دلِ پُر درد کو صبر و قرار
اہلِ حکمت سے فراست۔ باادب با احترام
اور حسینوں سے دلی عشق و محبت بے شمار

جن کا یہ شیوہ ہے اُن کو میرا باعزت سلام
ہے اِنھیں لوگوں کے دم سے نسلِ انساں کا وقار

(۲۳)

بھلی صحبت

ہے اگر صحبت بھلی تو کامراں ہے زندگی
زندگی میں کامیابی کا یہی اک راز ہے
ہے بھلے لوگوں کی سنگت سے وقارِ زندگی
اس سے ہی حاصل فرازِ جذبۂ پرواز ہے

(۲۴)

شاعر کی عظمت

ہیں مبارک شاعرانِ نکتہ داں، شیریں بیاں
موت کا، پیری کا اُن پر کچھ اثر ہوتا نہیں
مر کے بھی رہتے ہیں پائندہ و تابندہ جواں
موت کا مہلک اثر بھی کارگر ہوتا نہیں
دردِ غم میں بھی شگفتہ ہیں گلِ تر کی طرح
غم کبھی اُن کے تئیں بیداد گر ہوتا نہیں

(۲۵)

وِشنو کا دستِ عافیت

سر پہ تیرے ہے اگر وِشنو کا دستِ عافیّت
زندگی تیری نمونہ سوَرگ کا ہو جائے گی
عشق ہر مُشکل میں تیرا رہنما ہو جائے گا
حُسن کی اک اک ادا مہر و وفا ہو جائے گی
دوست ساتھی۔ اقربا ہر دم رہیں گے تیرے ساتھ
ضَوفشاں دُنیا میں جنّت کی فضا ہو جائے گی

(۲۶)

انسانیت کا وقار

رہزنی، نخوت، تشدد اور زنا سے پرہیز
عالموں، گوروؤں کی عزت۔ دین دھرم اور انکسار
دہر میں انساں کو حاصل ہے اِنہیں سے برتری
اِن خصائص سے فقط انسانیت کا ہے وقار

استقلال

کونسا وہ کام ہے جس میں تردّد کچھ نہیں
کرنے والے پھر بھی کر لیتے ہیں ہر اک کام کو
بیشتر اس دہر میں بے مائیگی کا ہیں شکار
کوستے رہتے ہیں ہر دم گردشِ ایام کو

کچھ نہیں کرتے جو راہوں میں رُکاوٹ دیکھ کر
بے بصر وہ لوگ ہیں بے کار اُن کی زندگی
اُن سے برتر وہ ہیں جو ہِمّت تو کرتے ہیں مگر
ہو کے رہ جاتی ہے آخر ہار اُن کی زندگی
دست و بازو پر یقیں ہے جن کو اُن کے واسطے
ہے مسلسل جیت کا اِقرار اُن کی زندگی

(۲۸)

کامیابی کے راستے

ہو ضرورت بھی تو مت مانگو کسی کم ظرف سے
اور نہ مانگو دوست سے جو خود ہی بے مقدور ہو
لو فقط ان کا سہارا جو تمہارے ذہن میں
راستی کی راہ میں رہتے ہیں ہر دم گرم رو
ہو مصیبت بھی تو مت سوچو کمینوں کی طرح
اپنی شخصیت کو ہرگز مت کبھی رسوا کرو
صحبتِ صالح سے کر لو زندگی کو باوقار
کامیابی کے یہی سب راستے ہیں دوستو!

آہ! اِن رستوں پہ چل پانا مگر دشوار ہے
لوگ کہتے ہیں کہ یہ تلوار کی اِک دھار ہے

(۲۹)

شیر کی خصلت

شیر اگر بوڑھا بھی ہو بیمار و بے کس خستہ حال
کھا نہ پائے گا کبھی وہ خشک تنکا گھاس کا
دیکھ کر ہاتھی کو جھپٹا مار کر چڑھ جائے گا
پھاڑ کر کھائے گا بس ماتھے کا ٹکڑا ماس کا

(۳۰)

ظرف

اپنے اپنے ظرف سے ہر اک کو ملتی ہے مراد
مطمئن رہتا ہے ہر ذی روح اپنے حال میں
اپنے اپنے دائرے میں جی کے اپنی زندگی
سرگراں رہتے ہیں اکثر ایک ہی جنجال میں
لطف ہے کتے کو بس اک استخوانِ خشک میں
بھول جاتا ہے سبھی کچھ اُس کے لطفِ خاص سے
شیر کی لیکن نہیں گیدڑ پہ بھی جاتی نظر
سیر ہوتا ہے وہ بس ہاتھی کے شیریں ماس سے

(۳۱)

کُتّا اور ہاتھی

دُم ہلاتا ہے کبھی اور لیٹ جاتا ہے کبھی
لیٹ کر پھر پیٹ مالک کو دکھاتا ہے کبھی
یہ ہیں کُتّے کے طریقے پیٹ بھرنے کے لئے
سو طرح سے اپنے مالک کو رِجھاتا ہے کبھی
ہیں مگر ہاتھی کے سب طور و طریقے مختلف
کھانا پانے کے لیے ہوتا نہیں ہرگز ادھیر
بُھوک کی شدّت میں بھی گمبھیر رہتا ہے سدا
وہ کبھی ہرگز نہیں ہوتا ذلالت کا اسیر

(۳۲)

معیارِ زندگی

اس جہاں میں جیتے مرتے ہیں کروڑوں جاندار
بعد مردن جن کا کوئی ذکر تک کرتا نہیں
ہے فقط جینا اُسی کا اس بھرے سنسار میں
مر کے جس نام دُنیا میں کبھی مرتا نہیں

(۴۳)

عالموں کی زندگی

عالموں کی زندگی ہے اِک گلِ تر کی طرح
یا تو عزت مان سے جیون بِتا دیتے ہیں وہ
یا کِسی خاموش وادی میں اکیلے میں کہیں
اپنی خوشبو جنگلوں ہی میں لٹا دیتے ہیں وہ

(۴۴)

راہو۔کیتو

راہو کیتو دو ستارے کس قدر بلوان ہیں
دُوسرے چھوٹے ستاروں کی انھیں پروا نہیں
وہ فلک پر مات دیتے ہیں تو سُورج چاند کو
جیتنا چھوٹے ستاروں کو انھیں زیبا نہیں

(۳۵)

کائنات کا نظام

چودہ برُجوں کو اُٹھا رکھا ہے پھن پر ناگ نے
ناگ کو کچھوُے نے اپنی پیٹھ پر دھارن کیا
یونہی کچھوُے کو سمندر نے سنبھالا گود میں
اور نظامِ زیست اِس ترتیب سے چلتا رہا
ہے مہا پرشوُں کے دم ہی سے نِظامِ کائنات
اہلِ عظمت کی وساطت سے ہی قائم ہے حیات

(۳۶)

مصیبت میں اپنا کون ؟

اِنْدر کے جور و ستم سے تھا ہمالہ بے قرار
بجلیوں کی پے بہ پے چوٹوں سے تھا زار و نزار
جل رہا تھا آگ کے شعلوں میں اُس کا کل وجوُد
کھا کے چوٹیں درد سے وہ چیختا تھا بار بار
ہاں مگر میناک بیٹے نے بھی کچھ پروا نہ کی
چھوڑ کر بھاگا۔ سمندر میں کہیں جا کر چھپا
نامناسب تھی ادا یہ سربسر میناک کی
باپ کے پہلوُ میں کٹ جانا ہی تھا اُس کا بھلا

(۳۷)

دِل ہی تو ہے

آدمی پھر آدمی ہے جب کوئی ترغیب دے
کیا کہیں کیوں اُس کے پہلو سے نکل جاتا ہے دِل
"سُوریہ کانتی مَن" ہے ہیرا اور وہ بے جان ہے
مہر کی گرمی سے اُس کا بھی پگھل جاتا ہے دِل

(۳۸)

سخن فہم

عیب جُوئی سے غرض ہے اہلِ علم و فہم کو
اہلِ ثروت کو ہے اپنے مال و دولت کا غرور
کچھ نہیں دل میں کسی کے قدر و قیمت شعر کی
نکتہ داں کوئی نہیں کوئی نہیں اہلِ شعور

میں سُناؤں کِس کو آخر اپنے دِل کی داستاں
اُف تڑپتا ہے پسِ پہلو دلِ ناشادماں

(۳۹)

پیسے کی وُقعت

کچھ نہیں رُتبے۔ شرافت۔ ذات منصب کا شُمار
کچھ نہیں عظمت۔ فضیلت اور لیاقت کا مدار
کچھ نہیں علم و ہُنر۔ طاقت۔ شجاعت۔ اِنکسار
پاس گر پیسہ نہیں تو کچھ نہیں تیرا وقار

دہر میں پیسے ہی سے ہیں بھائی۔ بندھو۔ دوست بھی
آج کی دُنیا میں پیسہ ہی فقط ہے زندگی

(۴۰)

زر کا کھو جانا

آدمی کے جسم و جاں میں کچھ کمی آتی نہیں
زر کے کھو جانے سے عقل و فہم کھو جاتی نہیں
اِس زیاں کا ظاہراً ہوتا نہیں کچھ بھی اثر
کون کہتا ہے یہ اُس کے دِل کو نزۃ پاتی نہیں

زر کے کھو جانے سے غارِ غم میں کھو جاتے ہیں ہم
سانس لیتے ہیں مگر بے جان ہو جاتے ہیں ہم

(۴۱)

زر کا وقار

زر جو تیرے پاس ہے تو عالم و فاضل ہے تو
فلسفی ہے اور مقرّر۔ دید کے قابل ہے تو
مرتبہ تیرا ہے عالی۔ تو ہے مردِ باکمال
زر کے ہونے ہی سے تیرا علم و فن ہے لازوال

زر سے آجاتے ہیں سارے وصف جو اس میں نہیں
زر سے ہی قائم ہے سطوت آدمی کی بالیقیں

(۴۲)

عقل و فہم

وضع کھو دیتے ہیں شہ نا اہل ہوں جن کے مُشیر
پیار سے بیٹا۔ نہ پڑھنے سے براہمن اور فقیر
مال و عِزت فعل بد سے۔ نام بد اولاد سے
صحبتِ بَد سے چلن۔ شرم و حیا اُنماد سے
کھیتیاں غفلت سے۔ باہم پیار دُور آواس سے
رم سے خِلعت۔ دوستی بے قدریٔ اخلاص سے
بے تحاشا خرچ کر دینے سے لُٹ جاتا ہے زر
لُٹ کے جب آتا نہیں واپس تو تڑپاتا ہے زر

جو ہیں فہمیدہ وہ اِن باتوں کا رکھتے ہیں خیال
وقت آنے پر نہیں ہوتا کبھی اُن کو ملال

(۴۳)

زر کا مصرف

خرچ کرنا۔ دان دینا یا گنوا دینا کہیں
منتہا زر کا یہی ہے ورنہ زر کچھ بھی نہیں
خرچ کرنا دان دینا زر کا مصرف ہے مگر
جمع کر رکھنا گنوانا ہے دگر کچھ بھی نہیں

(۴۴)

حُسن اور اخلاق کے پیکر

سان پر چل کر جو اہرِ شبیر زخمی دشت کا
فیلِ بے حس۔ موسمِ سرما کا دریا ئے کم آب
عشرتِ شب سے تھکی کوئی پری وش نازنین
اور وہ دانی ہو گیا مفلس جو دے کر بے حساب
یہ سبھی لگتے ہیں گو ٹوٹے ہوئے ہارے ہوئے
حُسن کے پیکر ہیں یہ سب۔ دُوج کا جوں ماہتاب

(۴۵)

زر کا جادو

مُفلسی میں مجھ کو بھوسہ بھی تھا کتنا بیشتر
کُل جہاں اب ایک تنکے کے برابر بھی نہیں
یہ کرامت زندگی میں ہے فقط زر کی ندیم!
ورنہ دُنیا میں کوئی قیمت کسی شئے کی نہیں

زر اگر ہے پاس تو ہر شئے جہاں کی ہیچ ہے
زر نہیں تو بیشتر ہر چیز۔ تو ہی ہیچ ہے

(۴۶)

خدمتِ خلق

چاہ ہے گر دُودھ پینے کی تو اے راجن! سُنو
گائے کے بچھڑے کی تن من سے سدا سیوا کرو
دِل میں رکھو گے اگر خلقت کی خِدمت کا خیال
دہر میں پاؤ گے عزت۔ مان اور جاہ و جلال
خِدمتِ خلقِ خدا کا تجھ کو منصب ہے عطا
کر رعایا کا بھلا۔ ہے اِس میں تیرا ہی بھلا
پیار کے پانی سے سِینچ اس کو کہ اِک تحفہ ہے یہ
کامنا کا وِرکش ہے۔ سدرہ ہے یہ طوبےٰ ہے یہ

(۴۷)

راج نیتی

راج نیتی جس کو کہتے ہیں وہ ہے اِک ویشیا
آج کچھ کل کچھ ہے یہ اِس کا بھروسہ کچھ نہیں
یہ کبھی جھوٹی۔ کبھی سچی۔ کبھی نرم اور سخت
یہ کبھی مُہلک۔ کبھی دِلدار۔ کڑوی اور کرخت
ہے کبھی یہ خود غرض۔ فیاض اور دِل کو عزیز
یہ کبھی زہرِ ہلاہل ہے۔ کبھی شیریں۔ لذیذ

رات دن دولت کے چکر میں لگی رہتی ہے یہ
کس قدر چالاک ہے۔ پھر بھی ٹھگی رہتی ہے یہ

(۴۸)

دیش سیوک

حُکم دینا۔ مان پانا۔ عالموں کی دیکھ ریکھ
دان دینا۔ عَیش وعِشرت اور دُنیا کا سُدھار
دیش سیوا کر کے تجھ کو یہ اگر حاصِل نہیں
دیش سیوا کرنے والوں میں نہیں تیرا شُمار

(۴۹)

مُقدّر

جا بسو تم کوہِ زرّیں پر کہ ریگستان میں
کچھ بھی کر لو کچھ نہ پاؤ گے مُقدّر کے سِوا
دوست! کیوں ناحق خودی کو کر رہا ہے پائمال
کیوں کِسی زردار کے در پر یہ عرض و التجا
ہو کوئی کم آب چشمہ یا اتھاہ بحرِ عمیق
تیرے کُوزے کی سمائی کی مگر ہے اِنتہا

(۵۰)

چاتک

بادلو! ہم چاتکوں پر کِس لئے جور و ستم
آپ کے رحم و کرم پر ہے ہماری زِندگی
مُلتجی ہیں آپ سے اِک بُوند پانی کے لئے
چیختے۔ روتے گزر جاتی ہے ساری زندگی

آپ کے دِل پر مگر کچھ بھی اثر ہوتا نہیں
کوئی شکوہ۔ کوئی نالہ کارگر ہوتا نہیں

(۵۱)

اُلجھن

دُکھ تو دُکھ ہے سُکھ بھی اس دنیا کا دُکھ سے کم نہیں
خوف سا آتا ہے کارِ نیک کے انجام سے
نیک کاموں سے تو مل جاتی ہے ہر دُکھ سے نجات
بچ نہیں پاتا مگر دل وَاسنا کے دام سے
واسناؤں سے جو اُلجھیں گے تو دُکھ پائیں گے ہم
یعنی پھر سُکھ دُکھ کے چکر میں اُلجھ جائیں گے ہم

(۵۲)

بادل اور پپیہا

کچھ وہ بادل ہیں جو کر دیتے ہیں جل تھل چار سُو
کچھ گرجتے ہیں فقط لیکن برستے ہی نہیں
آہ! اے مشفق پپیہے! کتنا سادہ دل ہے تُو
کیوں فضا میں گڑگڑاتا پھر رہا ہے ہر کہیں؟

(۵۳)

بدقمار

دُوسروں کے دَرد وغم میں جس کو ہمدردی نہیں
بے سبب لڑنا جھگڑنا جس کا شغل عام ہے
دوست کے زر پر، زن وزینت پہ ہو جس کی نظر
جس کی اِک اِک بات کڑوا زہر کا اِک جام ہے
اقربا سے بغض اور نفرت ہُوا جس کا شعار
جس کو اپنی ذات۔ اپنی ہی غرض سے کام ہے
فطرتاً وہ آدمی ہوتا ہے بدخُو و بدقمار
فطرتِ انسان جس کے نام سے بدنام ہے

(۵۴)

بدکار

ہے کوئی عالم مگر بَدکار ہے تو کچھ نہیں
اُس سے بچ کر دُور رہنا ہی بھلا ہے دوستو!
سانپ کے سر میں مَنی ہے پھر بھی کاٹے گا ضرور
بَد تو بَد ہے۔ ہے اگر عالم تو کیا ہے دوستو!

(۵۵)

ہرزہ گو

شرم و غیرت جس میں ہو کہتے ہیں اُس کو "بے وقوف"
پاٹھ پوجا جو کرے "عیار" کہتے ہیں اُسے
نیک خو "کپٹی" بہادر ہے "ستم گر بے پناہ"
جو رہے خاموش "بداطوار" کہتے ہیں اُسے
بول میٹھے بولنے والا تو ہے "مردِ حقیر"
اور اہلِ عزم و ہمت ہے "قصائی بے ضمیر"
ہو مقرر جو وہ "بس بکواس کرتا ہے فقط"
اور جو گمبھیر رہتا ہے "نہیں اُس میں سکت"
اہلِ عقل و فہم کو کرتے ہیں یوں بدنام وہ
کام ہے اُن کا یہی۔ کرتے نہیں کچھ کام وہ
یونہی بس بیٹھے ہوئے بکواس کرتے ہیں سدا
کچھ بھی کر پاتے نہیں وہ ہرزہ گوئی کے سوا

(۵۶)

اوصافِ زندگی

لوبھ لالچ سے بڑا ہرگز نہیں کوئی گُناہ
اور چغل خوری سے بڑھ کر پاپ دنیا میں نہیں
ہے صداقت تپ۔ صفائی دل کی تیرتھ یاترا
سادگی ہے جو تو ہر جوہر ہے تجھ میں بالیقیں
نام و عزت سے نہیں کوئی بھی زیور بیشتر
علم و فن کے سامنے دولت کی ہے وقعت کہیں؟

موت سے بدتر ہے رُسوائی سے جینا دہر میں
بے بصیرت زندگی کا زہر پینا دہر میں

(۵۷)

چُبھن

دُوج کا چاند اور چنچل حُسن کا بیتا شباب
بن کمل اُجڑا سرووَر۔ ڈُوبتا سا آفتاب
خُود غرض مالک۔ پریشاں حال سا کوئی حبیب
مَسندِ عالی پہ یا بیٹھا ہوا کوئی رقیب

آگ سی دل میں لگا دیتے ہیں گُلخن کی طرح
چُبھتے رہتے ہیں سدا یہ نوکِ سوزن کی طرح

(۵۸)

شاہوں کا غضب

ہے ہوَن کی آگ کے مانند شاہوں کا غضب
ڈالتے ہیں گھی تو ہاتھوں کو جلا دیتی ہے وہ
معتمد۔ نامعتمد میں کر نہیں پاتی تمیز
جب بھڑک اُٹھتی ہے تو سب کچھ بُھلا دیتی ہے وہ

(۵۹)

چاکری

چاکری کرنا ہراک کے واسطے ممکن نہیں
گو بظاہر دیکھنے میں کس قدر آسان ہے
چُپ رہے سیوک تو کہتے ہیں کہ "ہے چُپ کس لئے؟"
بولتا ہو جو بہت تو بھی "وبالِ جان ہے"
"ڈھیٹ ہے" رہتا ہے جو مالک کے ہردم آس پاس
دُور ہے تو "کتنا بزدل۔ کس قدر شیطان ہے"
ہے اگر صبر و تحمّل تو "بہت ڈرپوک ہے"
جو نہیں سہتا تو "کتنا نیچ۔ بے ایمان ہے"

رات دن سیوا کا مالک پر اثر ہوتا نہیں
کوئی کوشش۔ کوئی حیلا کارگر ہوتا نہیں

(۶۰)

اوباش

لاکھ عیبوں سے بھرا۔ بے عقل و دانش ۔ بے شعور
بدچلن ۔ آوارہ ۔ جو پیدائشی اوباش ہے
ایسے لوگوں میں کوئی بھی سُکھ سے رہ سکتا نہیں
بس وہی رہ پائے گا جو آپ بھی اوباش ہے

(۶۱)

دُرجن اور عالم

صبح کے سائے کی صورت دُرجنوں کی دوستی
پہلے ہوتی ہے وِشال اور گھٹ کے مرجاتی ہے پھر
عالموں کی دوستی دوپہر کی پرچھائیاں
پھیلتی ۔ بڑھتی دِلوں میں پیار بھر جاتی ہے پھر

(۶۲)

شکار اور شکاری

ہرن - مچھلی اور سادھو کا ذرا کیجیے خیال
گھاس - پانی - اور قناعت پر ہے جن کی زندگی
بالمقابل ان کے ہیں صیاد - مچھوے - بدقمار
بے سبب جو تلف کر دیتے ہیں اِن کی زندگی

(۶۳)

ست پُرش

اچھے لوگوں سے مِلن کی جِن کے دِل میں چاہ ہے
دُوسروں کی قابلیت کا جو کرتے ہیں بکھان
ہر کِسی سے پیار ہے - دِل میں خُدا کا خوف بھی
شِو کی پوجا اور گوُروؤں کا سدا کرتے ہیں مان
پیار ہے بیوی سے - رہتے ہیں بُری صحبت سے دُور
صاحبِ عِلم و ہُنر - ہر ایک فن پر ہے عبُور
دُور ہیں حرص و ہوس سے - عشق کے پیتے ہیں جام
ایسے ست پُرشوں کو میرا باادب جُھک کر سلام

(۶۴)

اہلِ عظمت

ہے مصیبت میں بھروسہ جن کو اپنے آپ پر
اہلِ زر ہیں۔ درگزر کرنے کی عادت ہے جنھیں
قابلیت اور مہارت ہے جنھیں تقریر کی
ہیں بہادر۔ شیر دل۔ ہر فن میں قدرت ہے جنھیں
اہلِ عظمت ہیں یہ۔ دُنیا ان کو کہتی ہے مہان
جس جگہ جا کر رہیں۔ پاتے ہیں چاہت اور مان

(۶۵)

بھلے لوگ

غائبانہ دان پُن۔ مہماں نوازی۔ یاوری
دُوسروں کی نیکیاں تفصیل سے کرنا بیاں
اہلِ زر ہو کر بھی کرنا کبر و نخوت سے گریز
اہلِ دِل کی مدح میں رہنا سدا رطب اللساں
یہ بھلے لوگوں کی فِطرت میں خدا کی دین ہے
ہر کِسی اِنساں میں یہ اوصاف ملتے ہیں کہاں

(۶۶)

خوشنمائی

دان سے دستِ مُبارک۔ سر جُھکا دینے سے سَر
لب صداقت کے سخن سے ۔ اور بازُوزور سے
دِل صفائے اندروں سے۔ کان حرفِ پاک سے
بِن سجاوٹ خوشنما لگتے ہیں یہ ہر طور سے

(۶۷)

مہاپُرشوں کا دِل

دَولت و اقبال مندی میں کنوُل کا پھُول ہے
اور بدبختی میں بن جاتا ہے سنگِ کوہسار
دِل مہاپرشوں کا لچکیلا۔ مُلائم ۔ نرم خوُ
مُستقل۔ مضبوط۔ سنگیں۔ مُستحکم۔ پائیدار

(۶۸)

زندگی کا راز

قطرۂ آبی میں پنہاں زندگی کا راز ہے
تپتے لوہے پر تو دُودِ زار ہو جاتا ہے یہ
پھول کی پتّی پہ لگتا ہے یہ موتی کی طرح
سیپ میں گر کر دُرِ شہوار ہو جاتا ہے یہ
یہ اثر صحبت کا ہے۔ اُس کو پتہ کچھ بھی نہیں
کیا سے کیا ہو جائے گا وہ جانتا کچھ بھی نہیں

(۶۹)

خوش نصیب کون؟

ہو اگر بیٹا تو ہو وہ نیک فطرت۔ نیک خُو
اور بیوی خُوبصُورت۔ نیک طینت۔ باوفا
دوست وہ جو ہر مُصیبت میں رہے ثابت قدم
وقت آنے پر جو کر دے دوستی کا حق ادا
جس کو حاصل ہیں یہ سب۔ ہے کون ایسا خوش نصیب
یہ ہے شاید اُس کے اپنے نیک کرموں کا صِلہ

زِندگی قطرے کی سِکھلاتی ہے اسرارِ حیات
یہ کبھی شبنم۔ کبھی گوہر کبھی آنسُو ھُوا
اقبال

(۷۰)

مر مر کے جینا زِندگی نہیں

پوُجا کرنے کے لئے شِو ہو کہ وِشنوُ ہو فقط
دوستی کو چاہیئے راجا ہو یا کوئی فقیر
زندگی کرنے کو یا جنگل میں ہو کوئی گپھا
یا ہو پہلوُ میں کوئی دلبر حسینہ بے نظیر
دہر میں مر مر کے جینے میں نہیں ہے زِندگی
زِندگی کا زہر پینے میں نہیں ہے زِندگی

(۷۱)

اخلاق

کیا ہے اچھائی۔ کبھی منہ سے نہیں کرتے بیاں
نمرتا ہی سے بھلائی جن کی ہوتی ہے عیاں
یہ ہیں جو اُن کی بدی مُنہ سے بیاں کرتے نہیں
اور حُسنِ خُلق سے کہتے ہیں دِل کی داستاں
ہیں نِرالے ڈھنگ اُن کے اور نرالی ہر دلیل
تا ابد زندہ ہیں۔ پائندہ ہیں۔ تابندہ جمیل

(۷۲)

اہلِ علم وفن ؎۱

ہو شجر بھرپور جب پھل سے تو جھک جاتا ہے وہ
بھر گیا پانی سے جب بادل تو گھر آتا ہے وہ
پاکے دولت اہلِ علم وفن ابھرتے ہی نہیں
وہ کسی حالت میں زر پاکر بپھرتے ہی نہیں

(۷۳)

نیک اوصاف

کان ہیں علم وادب کی بات سننے کے لئے
ہاتھ کی شوبھا ہے نیکی۔ دان اور صنعت گری
آدمی کی حُسن وخوبی آدمی سے پیار ہے
اِس سے ہی ظاہر ہے دُنیا میں بشر کی برتری
ہاتھ کنگن۔ ہار۔ جھمکوں سے سجا حُسنِ جواں
کچھ نہیں۔ اِس میں کہاں وہ بات ہے وہ دلبری

ور کشوں میں جب پھل لگتا ہے نمر بھاؤ آجاتا ہے
ارو گھن سجل سلِل مئے ہوکر۔ پرتھوی پر جھک جاتا ہے
ہونے پر دھنوان گنی جن گرو رہت ہوجاتے ہیں
سنت جنوں کی یہ نیتی شری بھرتری ہری بتلاتے ہیں

(۷۴)

سچّا دوست

نیک کاموں میں لگانا دوست کو عصیاں سے دُور
اُس کا ہر اک راز رکھنا پردۂ دِل میں نہاں
دوست وہ سچّا ہے جو ہر دردو غم میں ساتھ دے
ہر مُصیبت میں رہے جو ہم نشیں و راز داں

(۷۵)

بھلے لوگ

آفتاب نو سے کِھل اُٹھتا ہے ہر جا ہر کمل
ہر کلی کو کِھلا دیتی ہے کِھل کر چاندنی
مینہہ برستا ہے تو بن جاتی ہے دھرتی سبزہ زار
ہے بھلے لوگوں کے دم سے اس جہاں میں دِلکشی

(۷۶)

بدکار لوگ

دُوسروں کا جو بھلا کرتے ہیں سب کچھ تیاگ کر
اِس جہاں میں کوئی بھی اُن کے برابر کا نہیں
جن کو اوروں کی بھلائی ہیں ہے خود اپنا بھلا
درمیانہ ورگ کے ہیں لوگ ایسے بالیقیں
راکھشس ایسے بھی ہیں جو اپنے مطلب کے لئے
دُوسروں کی جان لینے میں حذر کرتے نہیں
سوچتا رہتا ہوں اُن لوگوں کو آخر کیا کہوں
جن کی فِطرت ہے بُری ہر فِعل جن کا بدترین

(۷۷)

سچّی محبّت

دُودھ میں آکر مِلا پانی تو وہ بھی دُودھ تھا
دوستی کا حق ادا یوں مِل کے پانی نے کیا
آگ پر چڑھ کر بچایا جان دے کر دُودھ کو
دُودھ پانی کے بِنا لیکن بہت بے چین تھا
پھر کِسی نے جب ذرا پانی کا چھینٹا دے دیا
شانت تھا پھر دُودھ۔ اس کو یار اپنا مِل گیا

بے کراں سچی محبت کی خماری خوب ہے
دُودھ پانی کی طرح اچھوں کی یاری خوب ہے

(۷۸)

عظیم لوگ

دہر میں کچھ لوگ ہوتے ہیں عظیم و باکمال
ہیں سمندر کی طرح گہرے وِشال اور بے مثال
وہ سمندر جس میں بستے ہیں پشاچ اور دیوتا
جس میں ہے بھگوان وِشنو کی بھی اِک آرام گاہ
جس میں بیٹھا ہے ہمالے کا چھپا مینا ک بھی
جل رہی ہے جس کی تہ میں آگ بھی اور خاک بھی

(۷۹)

عظمت اور جلال

تیاگ دینا پاپ۔ لالچ۔ رعب۔ نخوت اور غرور
پیروی اچھوں کی۔ سیوا عالموں کی با شعور
جذبۂ عفو و محبت۔ نفرت و کیں سے ستیز
جان کے دشمن سے بھی نازیب حرکت سے گریز
دین دُکھیوں پر ترس۔ عزت شرافت کا خیال
ہے انھیں اوصاف سے انساں کی عظمت اور کمال

(۸۰)

نایاب لوگ

تن سے من سے اور لبوں سے پیار برساتے ہیں جو
تینں لوکوں میں ہے چرچا جن کے پر اُپکار کی
ہیں بہت نایاب ایسے لوگ کر سکتے ہیں جو
قدر حُسنِ گفتگو کی، خوبیٔ کردار کی

(۸۱)

سُمیرُو پربت اور نیم کا پیڑ

گر سُمیرُو ہے سُنہری، نقرئی کیلاش ہے
ان پہاڑوں کہساروں سے ہمیں کیا فائدہ!
ہے "ملے" کہسار ہی دونوں سے بڑھ کر دل نواز
جس کے نیم اور خار ہیں صندل سے بڑھکر دل فزا

(۸۲)

عزمِ محکم

جب سمندر متھ رہے تھے مل کے سارے دیوتا
مل گیا اُن کو خزینہ گوہرِ شہوار کا
اُن کو لیکن اس خزینے کی ذرا پروا نہ تھی
اُن کا مقصد کچھ نہ تھا بس ایک امرت کے سوا
زہر کے شعلوں میں تکشک نے جلایا بھی اُنھیں
اُن کو کچھ خوف و خطر لیکن کسی شئے کا نہ تھا
عزمِ محکم ہے۔ تو تیری راہ میں آسکتا ہے کون؟
کس کی ہمت ہے تجھے راہ سے ہٹا سکتا ہے کون!

(۸۳)

اہلِ استقلال

اہلِ استقلال کو مقصد سے اپنے کام ہے
کچھ اثر ماحول کا اُن پر دِگر ہوتا نہیں
بسترِ کمخاب ہو یا کوئی بنجر خار زار
دل پہ کوئی حادثہ بیداد گر ہوتا نہیں

خشک ہے نانِ جویں یا تر بہ تر جام و طعام
کچھ اثر اِس کا طبیعت پر مگر ہوتا نہیں
اپنے مقصد پر لگی رہتی ہے بس اُن کی نظر
کچھ بھی رنج و کرب کا اُن پر اثر ہوتا نہیں

(۸۴)

حُسنِ باطن

دولت و حشمت کے گہنے ہیں شرافت اور شعور
اور جواں مردی کا گہنا ہے کلامِ خوش گوار
علم و فن کی ہے سجاوٹ دِل کی شگفتہ شانتی
اور سجاوٹ دین داری کی ہے عجز و انکسار
حُسنِ زر خیرات ہے اور تپ کا زیور آشتی
قابلیت کا ہے زیور فطرتِ آمرزگار
دین کا زیور صداقت ہے مگر اے دوستو!
سارے گہنوں کا ہے اِک گہنا فقط دل کا قرار

(۸۵)

راہِ راست

کچھ کہیں اہلِ سیاست تم کو اچھا یا بُرا
زر رہے یا نہ رہے اِس سے تمھیں کیا واسطہ!
موت اب آئے یا قرنوں بعد اس سے تم کو کیا؟
ہے فقط راہِ صداقت ہی تمھارا راستہ

(۸۶)

ایشور کارساز ہے

بھوک سے بے چین بند اک ٹوکری میں سانپ تھا
اِلتجا کرتا تھا "اِیشور! بھوک سے مجھ کو بچا"
ایک چوہا ٹوکری کو کاٹ کر اندر گھُسا
سانپ نے چوہے کو کھا کر شکر ایشور کا کیا
ٹوکری سے بھی نکل آیا وہ اُس سوراخ سے
اِیشور کی کارسازی پر بہت حیراں ہُوا

یاد رکھ بندے! تیرے سر پہ خدا کا ہاتھ ہے
تیری ہر تکلیف میں ہر جا وہ تیرے ساتھ ہے

(۸۷)

آلکس

آلکس تیرا عدو ہے۔ ہے یہی رَہزن تیرا
تیرے اندر ہی گھُسا بیٹھا ہے یہ دُشمن تیرا
تیری ہمت ہے فقط دنیا میں تیری خیر خواہ
ہے یہی بس اِک رفیقِ مہرباں ساجن تیرا

(۸۸)

اہلِ عزم

کاٹ لو شاخیں تو تیزی سے نِکھرتا ہے شجر
گھٹ کے پھر سے ضو فشاں ہوتا ہے کِتنا ماہتاب
آفتوں سے اہلِ عزم وعقل گھبراتے نہیں
ہے یقیں اُن کو کہ ہوں گے آخرش وہ کامیاب

(۸۹)

قسمت سے جنگ

اِندر راجہ سورگ کا پرمیشور کا دِل پسند
ہے گرو جس کا برہسپت۔ وجر جس کا شستر ہے
دیوتا ہیں جس کے سینک۔ سورگ جس کی سلطنت
ایراوت ہاتھی ہے واہن۔ آسمانی وستر ہیں
وہ بھی پسپا ہو گیا تھا راکھشسوں کے سامنے
ہم زمیں والوں کی اِس حالت میں کچھ وقعت نہیں
چند روزہ ہے ہماری زِندگی ناپائیدار
لڑ سکیں قِسمت سے اپنی اِس قدر جرأت نہیں

(۹۰)

کرموں کا صِلہ

ہم کو ملتا ہے جہاں میں اپنے کرموں کا صِلہ
اِس حقیقت پر کِسی کو کچھ نہیں ہرگز شُبہ
اہلِ عقل و فہم پھر بھی اپنے ہر اک کام میں
سوچ کر ہی ہر قدم اپنا اُٹھاتے ہیں سدا

(۹۱)

ہونی بلوان

دھوپ سے بے چین ہو کر کوئی گنجا آدمی
چل کے جا بیٹھا کہیں اِک تاڑ کے سائے تلے
بیٹھتے ہی دھم سے سر پر تاڑ بِل آ کر گرا
ڈھیر ہو کر رہ گیا۔ قسمت پہ کِس کا بس چلے

(۹۲)

قسمت کی وُقعت

سانپ اور ہاتھی کا بندھن گرہن سورج چاند کا
دیکھ کر اہلِ خرد کو تنگ دستی میں گھرا
سوچتا رہتا ہوں بے بس بے خبر حیران سا
کچھ نہیں مِلتا کسی کو اپنی قسمت سے سوا

(۹۳)

اِنسان کیوں فانی ہے

آدمی جو دہر میں ہر علم و فن کی کھان ہے
آہ! کیوں دُنیا میں بس دو چار دِن مہمان ہے
یہ کمالِ فن خُدا کا ہے مگر فانی ہے کیوں ؟
اِس طلسم آباد میں اس شے کی ارزانی ہے کیوں؟
قادرِ مُطلق ہے وہ۔ اُس کی نرالی شان ہے
توڑ دیتا ہے بنا کر کس قدر "نادان" ہے

(۹۴)

تدبیر اور تقدیر

کیر کے اشجار پر پتے نہیں اُگتے تو پھر
اس میں ہے فصلِ بہاراں کی بھلا تقصیر کیا ؟
مُنہ میں چاتک کے اگر پانی نہیں گِرتا تو پھر
بادلوں سے کیا کہیں اِس کی کریں تدبیر کیا ؟
بُوم کو دِن میں اگر آتا نہیں کچھ بھی نظر
مہر کرنوں میں بھلا پیدا کرے تاثیر کیا ؟

زِندگی تجھ کو ملی ہے کرم کرنے کے لیے
سوچ مت تدبیر کی۔ کچھ بھی نہیں تدبیر میں
یاد رکھ تجھ کو مِلے گا زِندگی میں بس وہی
قادرِ مُطلق نے جو کچھ لکھ دیا تقدِیر میں

---

(۹۵)

کرم کی مہما

کرم یوگی ہیں یہ سارے۔ برہما۔ وشنو اور مہیش
اپنے اپنے کرم کرنے میں لگے رہتے ہیں یاں
برہما اِس برہمانڈ میں کمہار کی مانند ہیں
اور وِشنو زِندگی سنچار کرتے ہیں یہاں
کام شیوجی کا ہے اپنے ہاتھ میں لے کر کپال
گھومنا برہمانڈ میں واں سے یہاں۔ یاں سے وہاں
کرم کرنے میں لگے رہتے ہیں یہ ہر حال میں
ہیں ابھی پرتھوی پہ۔ پھر آکاش پھر پاتال میں

کرم یوگی کے عمل سے ہے نظامِ کائنات
کرم یوگی کے ہی دم سے ہے قیامِ کائنات

(۹۶)

کرموں کی گتی

زِندگی میں حُسن وسیرت اعلم وفن طور وطریق
کوشش ومحنت ہمیشہ بااثر ہوتے نہیں
صرف اپنے کرم پیڑوں اور پودوں کی طرح
پھول پھل دیتے ہیں ہرگز بے ثمر ہوتے نہیں

(۹۷)

کارِ نیک کا اثر

بن میں رَن میں دُشمنوں میں بحر میں یا آگ میں
نیند میں بِپتا میں۔ یا تنہا کِسی کہسار پر
آدمی کو ایسی مُشکل میں بچا لیتا ہے کون ؟
پچھلے جنموں کے بھلے کرموں کا ہی ہے یہ اثر

(۹۸)

نیک ظرف

نیک طبعی کے برابر کوئی بھی جوہر نہیں
نیک فطرت سے ہے انساں اس جہاں میں اہلِ ظرف
زہر کو امرت۔ بدوں کو نیک کر دیتی ہے یہ
آگ کے شعلوں کو کر دیتی ہے ٹھنڈا مثلِ برف
دشمنوں کو دوست۔ کم فہموں کو اہلِ علم و فن
کتنا خوش تاثیر و حیرت ناک ہے اِس کا چلن

(۹۹)

غور و خوض

ہو وہ مشکل یا کہ آساں جو بھی کوئی کام ھو
بن وچارے کام کرنے میں سدا نقصان ہے
اہل دانش سوچ کر کرتے ہیں ہر اک کام کو
اِس جہاں میں اہل دانش کی یہی پہچان ہے

(۱۰۰)

بھگوان کی پرستش

تل پکانا جلتے صندل پر مزین دیگ میں
کون کہتا ہے نہیں یہ عقل کے اندھوں کا کام
سخت نادانی ہے پاکر زندگی انسان کی
لے نہ پانا زندگی بھر اپنے پرمیشور کا نام
تم کو کیا معلوم کس قیمت پہ ملتا ہے تمھیں
لاکھ جنموں بعد انساں بن کے جینے کا مقام

(۱۰۱)

قسمت کے بغیر کچھ نہیں ملتا

پار کر جاؤ سمندر یا کہ سونے کا پہاڑ
منفعت کوئی ہو حاصل مال و زر بیوپار میں
دسترس علم و ہنر میں ۔ ہمتِ پرواز میں
کامیابی ہر مہم ۔ ہر مرحلے ۔ ہر کار میں
لاکھ ہمت اور جتن کر لو ۔ نہ کچھ ہو پائے گا
ہوگا آخر بس وہی جو ہے مقدر میں لکھا

(۱۰۲)

نیک کرم ہی قسمت

نیک کرموں سے بھری ہے جن کی قسمت کی کتاب
ہیں بھیانک بن بھی ان کے واسطے لُطفِ کمال
دہر کا ہر شخص اُن کا دوست دار و غمگسار
ساری دُنیا سورگ کی مانِندِ دلکش بے مثال

(۱۰۳)

پندِ سُودمند

نیک لوگوں کے مِلن سے بیشتر کیا چیز ہے
مُورکھوں کے سنگ سے بڑھ کر زیاں کچھ بھی نہیں
دھرم سے بڑھ کر فضیلت۔ ضبط سے بڑھ کر تواں
مُعتمد بیوی سے بڑھ کر کیفِ جاں کچھ بھی نہیں
عِلم کے زر سے بڑا زر اور مسکن سا سکوں
رُعب و نخوت سے بڑا شاہِ زماں کچھ بھی نہیں

(۱۰۴)

اہلِ صَفا

زِندگی کرتے ہیں ہو کر بامُراد اہلِ صَفا
دَہر میں قسمت اُنھیں ہرگز گِرا پاتی نہیں
اُن کی فطرت گیند سی۔ پٹکو زمیں پر جو اُسے
جھٹ اُبھر آتی ہے گِر کر گِر کے رہ جاتی نہیں

۱۰۵

بھَدر لوگ

گندے لفظوں سے جو کرتے تھے زمانے میں گُریز
بولتے تھے جو سدا ہر آن میٹھی بولیاں
مُطمئن رہتے تھے جو اپنی ہی بیوی سے فقط
تھی جنھیں نِندا چغل خوری سے نفرت بیکراں
آہ! اِس دنیا سے ایسے لوگ عُنقا ہو گئے
اِس زمانے میں نظر آئیں یہ ممکن ہے کہاں!

(۱۰۶)

اہلِ ہمت

جن میں ہمت ہے کبھی ہرگز وہ گھبراتے نہیں
ہر مصیبت میں ہیں قائم اپنے استقلال میں
آگ جلتی ہے تو لَو اُٹھتی ہے اوپر کی طرف
جو اُلٹ دیں تو بدل جاتی نہیں اِس حال میں

(۱۰۷)

تیاگ

حُسن کے عشووں کا جس پر کچھ اثر ہوتا نہیں
جو کبھی جلتا نہیں طیش و غضب کی آگ سے
لوبھ لالچ جس کے دِل کو ورغلا سکتا نہیں
جیت سکتا ہے وہ تینوں لوک اپنے تیاگ سے

۱۰۸

ہیرو

ایک سورج ہے جو کرتا ہے جہاں میں روشنی
اک اسی کے دم سے ہوتا ہے اُجالا چار سُو
یوں ہی کوئی شیر دِل ہوتا ہے پیدا دہر میں
جِس کی طاقت کا سدا ہوتا ہے چرچا چار سُو

(۱۰۹)

کارِ نیک کا جذبہ

جذبِ کارِ نیک سے روشن ہے تیرا دِل اگر
آگ کے شعلے مثالِ گلستاں تیرے لئے
جوشِ بحرِ بیکراں بھی گنگناتی لہر سا
ایک چھوٹی سی ہے سِل کوہِ گراں تیرے لئے

ششیر تیرے سامنے ہے ایک آہُو کی طرح
پھُول مالا کی طرح مارِ زیاں تیرے لئے
تیرے چھُو لینے سے ہو گا زہر امرِت کی طرح
یہ جہاں ہو گا مقامِ دِلستاں تیرے لئے

(۱۱۰)

اٹل

اہلِ ہمت اور صداقت راہ بدلتے ہی نہیں
اپنے وعدے سے کبھی ہرگز پھسلتے ہی نہیں
پالتے ہیں عہد کو وہ ماں کی عِزت کی طرح
جان دیدیتے ہیں پر وعدے سے ٹلتے ہی نہیں

شنگارشتک

(۱)

کام دیو کو نمسکار

اے خُدائے عشق کرتا ہوں تُجھے جُھک کر سلام
تیرے دم سے حُسن کی دُنیائے گُل و گلزار ہے
وشنو، برہما اور شو ہیں حُسن کے در کے غُلام
جس کے جادُو سے دُنیا مست بے سرشار ہے

(۲)

حُسن کا جادُو

مُسکرا کر یا لجا کر لُوٹ لیتے ہیں حسیں
یا بگڑ کر آزما کر لُوٹ لیتے ہیں حسیں
نظروں سے نظریں ملا کر لُوٹ لیتے ہیں حسیں
حُسن کا جادُو دکھا کر لُوٹ لیتے ہیں حسیں

(۳)

حُسن کا زیور

اِن کی ہر ترچھی نظر ہے تیر بھی تلوار بھی
لالہ گوں ہونٹوں پہ رَقصِ شوخیٔ گفتار بھی
ہر ادا قاتل وبالِ جان، مستانہ خرام
حُسن والوں کے ہیں یہ زیور بھی اور ہتھیار بھی

(۴)

حُسن ہی حُسن

وہ کھڑی ہے خنجرِ ابرُو وہاں تانے ہُوئے
یہ یہاں بستر پہ للچاتی ہُوئی، سمٹی ہُوئی
پھُل جھڑی سی اپنے چِتوَن میں لیے چِنگاریاں
نیل کملوں کی طرح ہے جا بجا پھیلی ہُوئی

۵

حُسنِ سادہ

پھول سا خوش رنگ چہرا اور نگاہوں میں خمار
پیکرِ سیمیں پہ لرزاں زلف برہم کی بہار
رس بھرے لب، یہ نزاکت اور یہ سینے کا اُبھار
ہیں یہی زیور، یہی ہیں حُسنِ سادہ کے سنگار

۶

ادائے حُسن

کم سنی میں حُسن کی تیکھی نظر کی مستیاں
لڑکھڑاتی نوجوانی، عشوہ ہائے دل نواز
مسکراتے لالہ گوں ہونٹوں کی دلکش چاشنی
کھولتی ہے ہر ادا دل میں چھپی چاہت کا راز

(۷)

حُسن کی دِل کشی

اِن کا حُسن دِل نشیں ، چت چور ، دِل کش ، دِل فریب
اِن کے سانسوں کی مہک بوئے ختن عنبر فشاں
لالہ گوں شیریں لبوں پر نغمہ ہائے جاں فزا
وصل اِن کا لطفِ بے پایاں ، سرورِ بیکراں

(۸)

زیبائشِ حُسن

جھنجھناتی پائلیں اور کھنکھناتی چوڑیاں
آ! یہ بجتے ہوئے نُو پر یہ مستانہ خرام
چشمِ آہو میں نمایاں غمزہ ہائے دل فریب
کیسے رہ پائے گا پہلو میں دلِ ناشاد کام

(۹)

آرائشِ حُسن

"غازۂ کیسر" کی خُوشبو میں بسا سیمیں بدن
موتیوں کا ہار لرزاں مَرمَریں پِستان پر
نوپُروں کی لَے پہ بے قابُو ہُوا جاتا ہے دِل
یہ حَسیں آفت ہیں یا رب! عاشِقوں کی جان پر

(۱۰)

کیا ناری ابلا ہے؟

کیا کہا ابلا ہے ناری؟ کون مانے گا اِسے
کیا کہا نازک بدن ہے؟ یہ سراسر جھُوٹ ہے
اِک اشارے سے اُڑا لیتی ہے دِل والوں کے دِل
کیا کہا کمزور تن ہے؟ یہ سراسر جھُوٹ ہے

۱۱

حُسن کا غُلام کام دیو

عاشقوں کا جو خدا ہے نام جس کا "کام دیو"
اَے حسینہ! وہ ہے تیرے در کا ادنیٰ سا غلام
چھوڑتا ہے اِک اِشارے پر، ترے پیکانِ عشق
تیرے عاشق کو پلا دیتا ہے یُوں چاہت کا جام

۱۲

حُسن کی پاکیزگی

بال یوگی کے، شُرتی کی آنکھ[1]، سادھو کا لباس
لب پہ میٹھے بول درسِ معرفت دیتے ہُوئے
دو کلس امرت کے سینے پر لئے وہ نازنیں
کس قدر اُکسا رہی ہے، کیفِ عشرت کے لیے

---

[1] شرُتی کی آنکھ :۔ شُرتی ویدِ مقدس کا نام ہے۔ یعنی وہ کلام جو صرف سُنا گیا۔ یہاں شُرتی کی آنکھ کے دو معنی ہیں۔ ایک وہ آنکھ جو کان تک لمبی ہے۔ حسین عورت کی خوبصورتی کے بیان میں آتی ہے۔ دوسرا وہ آنکھ جو ویدِ مقدس کے علم سے بھرپور ہے۔

(۱۳)

نظروں کے تیر

اَے حسینہ! اِتنا بتلا دے کہ یہ کیا راز ہے
کِس سے سیکھی ہیں بتا! تُو نے یہ تیر اندازیاں
تیرے ابرُو کی کمانوں میں ہے کیا جادُو بھرا
تیر کی مانند چُبھ جاتا ہے کیا آکر یہاں

(۱۴)

عورت کا حُسن

حُسن تیرا ہے کہ دُنیا میں نہیں جِس کی مثال
چاند تارے اَور سُورج سامنے تیرے نڈھال
تو نہ ہو پہلُو میں تو یہ زِندگی بےکیف ہے
تیرے ہونے سے ہے بلّوریں مِرا جامِ سفال

(۱۵)

سراپا

یہ تری چِتچور نظریں اور یہ سینے کا اُبھار
یہ ترے ابرُو کے خنجر، رُوپ کا رنگیں نِکھار
لالہ گوُں لب، حُسن کی شہراہ یہ "رومادلی"
آہ! فتنہ گر ہلا دیتی ہے سازِ دِل کے تار

(۱۶)

موہنی صوُرت

چاند سا چہرہ سیہ زُلفیں، کنوَل کا پھُول ہاتھ
ساتھ اس کے عیش و عِشرت زندگی میرے لیے
اِس جہاں میں اے خُدا جب یا دِل کہیں لگتا نہ تھا
موہنی موُرت سجا کر بھیج دی میرے لیے

(۱۷)

جامِ عشرت

تیرا حُسن دِل رُبا اور چال مستانہ تری
رقص میں ہے آج گویا چاند تاروں کا نظام
مرمریں سینے پہ جلوہ گر جوانی کے سبُو
مست و بےخود پی رہا ہوں بادۂ عشرت کے جام

(۱۸)

کارِ نیک کا صلہ

گر ہے دِل میں آرزو مل جائے ایسی نازنیں
جس کا حُسن دِل نشیں ہو اس جہاں میں بے مثال
جس کی جانگھوں اور پستانوں کا لُطف بے کراں
تیرا حصّہ ہو تو کر دُنیا میں کارِ نیک فال

(۱۹)

حُسن کا جادو

یہ جوانی اور وصالِ شب کی یہ سرمستیاں
تیرے جادو سے یقیناً بچ کے جا سکتا ہے کون
تجھ سے اکثر ہار مانی ہے خدائے عشق نے
حُسن کی تیکھی نظر کی تاب لا سکتا ہے کون

(۲۰)

زبان کی مٹھاس

ہائے یہ پہلو بہ پہلو پیار کی باتیں تری
کس قدر مرغوبِ دل ہیں مدبھری سرگوشیاں
رس بھرے ہونٹوں پہ یہ دلکش فسانے عشق کے
جی میں آتا ہے کہ بڑھ کر چوم لوں تیری زباں

(۲۱)

چاندنی اور حسینہ

چاند کی نُور آفریں کرنوں کی رقصاں چاندنی
ہر حسینہ کے دِلِ مُضطر پہ یُوں کرتی ہے وار
تیر سی لگتی ہے۔ اس کو چاندنی کی دِل کشی
ہجر میں جی کو جلاتا ہے جوانی کا اُبھار

(۲۲)

انتہائے لُطفِ وصال

ہجر میں بیکل ہے دِل۔ آجائے وہ جانِ جگر
آ ملے تو آرزو ہے لذّتِ بوس و کنار
یُوں بھی ہو جائے تو باہم ایک ہو جانے کی چاہ
کون سی حد تک ہے یارب! شوقِ عشرت کا شمار

(۲۳)

عورت کی ہستی

"چندن و لیسر" کے غازے سے مہکتا سا بدن
پھول مالا سے سجا چہرہ، نگاہوں میں تھکن
کھولتی ہیں ادھ کھلی آنکھیں شب عشرت کے راز
ہے فقط عورت کی ہستی سے جہاں کا بانکپن

(۲۴)

مِلن

پہلے "نا" کہتی، سکڑتی اور شرماتی ہوئی
پھر ذرا ڈھیلے بدن آغوش میں آتی ہوئی
وصل کی لذت میں پھر کھل مل کے سرمستِ نشاط
سسکتی۔ ہٹتی۔ چمٹی اور للچاتی ہوئی

(۲۵)

دورِ وصال

وصل میں بدمست ہو جاتی ہے ساجن پر سوار
خوب بھڑکاتی ہوئی شہوت کا جوشِ آتشیں
آہ! اس عاشق کی قسمت! جو پیئے اس حال میں
اس حسینہ کے لبِ لعلیں کا جامِ انگبیں

(۲۶)

کام دیو کی رحمتیں

بعد عشرت نیم باز آنکھوں میں مستی نیند کی
ہم بغل سرمست وہ سوئی ہوئی جانِ بہار
اے خدائے عشق تیری رحمتوں کا شکریہ
زندگی انساں کی ہے تیرے کرم سے خوشگوار

(۲۷)

پیری میں شوقِ وصل

گرچہ پیری میں نہیں رہتا جوانی کا خروش
یا خدا کیوں پھر بھی عِشرت کی ہوس جاتی نہیں
گھُٹ کے رہ جاتا ہے دِل میں کیف و عِشرت کا جنوں
جھُوٹ ہے اِن کو ہوس عِشرت کی تڑپاتی نہیں

(۲۸)

جوانی اور حُسن

نوجوانی میں سُرورِ جسم و جاں ہے کامنی
حُسن دلآویز، دِل کش، دلستاں ہے کامنی
ہر سُخن ہے جانفزا اِس کا قیامت ہر ادا
چھوڑ دُوں مُمکن نہیں جب تک جواں ہے کامنی

(۲۹)

کام دیو

عشق و شہوت کا خدا ہے نام جس کا کامدیو
نوجوانی میں جوانوں کے دلوں کا حکمراں
ہے اثر اس کا جوانوں میں یہ وحشت ولولے
یہ تکبر، یہ جنوں، یہ عشق کی بے تابیاں

(۳۰)

تیرِ نظر

نوجواں دلکش حسینہ مست چنچل نازنیں
مسکرا کر پیار سے جب دیکھ لیتی ہے کہیں
کون ہے جو بچ سکے اس کی نظر کے تیر سے
آج تک ایسا کوئی اس دہر میں دیکھا نہیں

(۳۱)

دِل کا قرار

چاند سا چہرا، کمل سی آنکھ، پتھریلا اُبھار
کون سا دِل ہے نہیں جو ایسے جوبن پر نثار
تُجھ کو پانے کے لیے بیتاب ہر مردِ جواں
تو نہ ہو پہلو میں تو آتا نہیں دِل کو قرار

(۳۲)

عُلما اور حسینہ

پیرو مُرشد، عالم و فاضل، مُعظم، دین دار
سر جُھکا دیتے ہیں جن کے سامنے دولت مدار
بِلبِلا جاتے ہیں وہ بھی آ کے تیرے سامنے
بھول جاتا ہے غرورِ عِلم کا سارا وقار

(۳۳)

دُشمنِ جاں

اَے زمانے جیت لینا تجھ کو کچھ مُشکل نہ تھا
کیا کروں حائل ہے میری رہ میں دِلبر کامنی
نظروں نظروں میں پلا دیتی ہے یہ کیسی شراب
جان لیوا، صبر کی دُشمن ستم گر کامنی

(۳۴)

تنبول

بانس کی نازک جڑوں سا نرم و نازک پان ہو
اور کتھے کی گلابی اُس کے گالوں کا نکھار
دیجیے یوں پیار سے پیاری حسینہ کو تنبول
لطف سے لبریز کر لیجے محبت کا خمار

(۲۵)

حسنِ دِلربا

تُم یہ کہتے ہو کہ حُسنِ دِلرُبا کچھ بھی نہیں
حُسن کی اٹھکھیلیاں، ناز و ادا کچھ بھی نہیں
یہ مزاحم ہیں رہِ دینداری و اِخلاق میں
مَیں یہ کہتا ہوں جہاں اِن کے سوا کچھ بھی نہیں

(۲٦)

یک دِل و یک جان

ایک ہو جا ئیں اگر دو دِل تو ہوتا ہے مِلن
ورنہ بستر میں پڑے مَرد اور زَن کچھ بھی نہیں
لُطف ہے مِلنے کا دونوں یک دِل و یک جان ہوں
ورنہ یوں بے جان جِسموں کا مِلن کچھ بھی نہیں

(۳۷)

رنگیں مناظر

ہو مبارک دوستو، تم کو پہاڑوں کی فضا
حسن کے دل کش ابھاروں کا مزا کچھ اور ہے
ڈھونڈھتے ہو تم گپھاؤں میں کہیں جا کر سکوں
روپ کے رنگیں نظاروں کا مزا کچھ اور ہے

(۳۸)

لطف و سرور

فلسفہ، تدریس، جپ تپ میں گنوا دو زندگی
یا مزے لوٹو حسیناؤں سے ہو کر ہم کنار
جن کے پستانوں کا لمس دلستاں ایماں شکن
جن کے اک اک عضو میں ہے لطف عشرت سحرکار

(۳۹)

جوانی کی بہاریں

یا تو بیراگی بنو، گنگا کے تٹ پر جا بسو
یا جوانی کی بہاروں میں گزارو زندگی
نوجوانو! گر تمھیں منظور ہے دل کا سکوں
حسن کے رنگیں نظاروں میں گزارو زندگی

(۴۰)

عشق کا امرت

یا تو جپ تپ اور ریاضت میں گزارو زندگی
یا جواں پریوں میں رہ کر عشق کا امرت پیو
میرے پیارے دوستو! ہیں سورگ کے دو راستے
ایک ہی چننا ہے تم کو، یوں جیو یا یوں جیو

(۴۱)

دُکھ کا کارن

سات دُنیاؤں میں سچّی بات ہے تو یہ فقط
آدمی کے دُکھ کا کارن ہے یہ رزم کا رمنی
سُکھ ملن کا دے کے جب یہ چھوڑ دیتی ہے کبھی
ہجر میں دن رات تڑپاتی ہے ظالم کا رمنی

(۴۲)

لالسا

عالم و فاضل تپستوی دیکھتا ہے جب تجھے
تیری کملوں جیسی آنکھیں اور جوانی کا اُبھار
گدگدے کوُلھوں پہ پھر جاتی ہے جب اُس کی نظر
سوچتا ہے "ہائے مل جائے اگر یہ ایک بار"

(۴۳)

دلکش مجبوری

جب سفر میں ہوں تو یاد اس کی ستاتی ہے بہت
قرب میں عقل و خرد سب کچھ مٹا دیتی ہے یہ
لمس سے اِس کے سراسر لُٹ کے رہ جاتے ہیں ہم
پھر بھی اپنے پیار کا جادُو جگا دیتی ہے یہ

(۴۴)

جاں کا زیاں

پاس ہو تو کس قدر مرغوبِ جاں ہوتی ہے یہ
پیکرِ اِخلاص، لُطفِ بےکراں ہوتی ہے یہ
دُور ہو تو زہر کا لبریز کڑوا جام ہے
درد کی تصویر اور جاں کا زیاں ہوتی ہے یہ

(۴۵)

امرت بھی زہر بھی

کون سی وہ شے ہے جو امرت بھی ہے اور زہر بھی
نوجواں، دل کش حسینہ جس کا "عورت" نام ہے
پیار کے آغوش میں پُر لطف امرت سے سوا
اور اگر پہلو سے ہو وہ دُور کڑوا جام ہے

(۴۶)

تضاد

دوست بھی، دشمن بھی، فتنہ کار بے ایمان بھی
شک بھری، سنگیں ستم گر، دوستی کی جان بھی
راہِ جنت میں مزاحم، راہِ دوزخ کی دلیل
یا خدا! عورت فرشتہ ہی ہے یا انسان بھی

(۴۷)

عورت اور شاعر

چاند سا چہرہ ہے اِس کا اور آنکھیں ہیں کمل
جسم اِس کا اِک طلائی بیل، رنگیں پُر فسوں
اِستخوان و گوشت کا اِک بُت ہے اور کچھ بھی نہیں
شاعری جھوٹے ترانے حُسن کے گاتی ہے کیوں؟

(۴۸)

عِشق ایک حماقت

حُسن کی اِک اِک ادا فِطرت کی رعنائی سے ہے
اِس میں کوئی قابلِیت معجزہ کچھ بھی نہیں
کیا حماقت ہے کہ رنگِ گُل پہ بھونرے کی طرح
ہے فِدا دُنیا اگرچہ ماجرا کچھ بھی نہیں

(۴۹)

حسین عورت

آنکھ سے دِل میں اُتر جاتی ہے، للچاتی ہے یہ
وَصل میں سرمَست کر دیتی ہے، ترڑپاتی ہے یہ
گہہ مذمت، گہہ حقارت، گاہ جُھٹلاتی ہے یہ
کیا نہیں کرتی حسینہ، پھر بھی کیوں بھاتی ہے یہ

(۵۰)

شباب حُسن کی جان

لالہ گوں ہونٹوں کی دِل کش چاشنی چہرا گُلاب
حُسنِ رنگیں، جان لیوا چودھویں کا ماہتاب
آج اگر امرت ہے تو کل زہر ہو جائے گا یہ
کچُھ نہ رہ پائے گا، جب ڈھل جائے گا اِس کا شباب

(۵۱)

حُسن کا طوفان

موجِ گنگا کی طرح اُٹھتے ہوئے تیکھے اُروج[له]
پیار میں سرمست ہنستے کھیلتے سُرخاب سے
حُسن کا اُمڈا ہوا طوفان ہے یہ نازنیں
کون بچ پائے گا اِس طوفان کے گِرداب سے

(۵۲)

معمّہ

دِل میں اِس کے کون ہے اور لب پہ باتیں کس کی ہیں
کس کی جانب ہے مخاطب اور نظر میں کون ہے
ہر حسینہ ہے معمّہ عاشقوں کے واسطے
کس پہ ہے تیرِ نظر، دل میں جگر میں کون ہے

له پستان

(۵۳)

شہد بھی اور زہر بھی

شہد ہے باتوں میں اِس کی اور لب امرت بھرے
جن کے پینے میں مزا آتا ہے دَورِ جام کا
دل مگر اِس کا ہے ناکارہ، نہیں جس میں وفا
زہر ہے اِس میں، فقط دھوکا ہے گلفام کا

(۵۴)

ناگن

یہ وہ ناگن ہے جو ڈستی ہے نگاہِ ناز سے
یہ اگر ڈس لے تو پھر بچنے کا اِمکاں کچھ نہیں
سانپ کے کاٹے کا تو پھر بھی ہے دُنیا میں علاج
اِس کے کاٹے کا کہیں دھرتی پہ درماں کچھ نہیں

(۵۵)

کامنی ایک ڈِش

پھانستا ہے کامنی کو کام مچھلی کی طرح
بھونتا ہے عشق کی آتش میں با صد اہتمام
جنسیت کی لذتیں اِس میں مِلا دیتا ہے پھر
آدمی کے واسطے تیّار ہے اِس کا طعام

(۵۶)

کامنی کا شریر

کامنی کے جسم کے کہسار ، جنگل دلفریب
دیکھیو ، مت جائیو ، اِن میں کہیں دیوانہ وار
چھپ کے بیٹھا ہے کہیں اِن جنگلوں میں کام دیو
لوٹ لیتا ہے ہر اِک راہی کا وہ صبر و قرار

(۵۷)

ترچھی نگاہ

ابروؤں کی کھینچ کر تیکھی کمانیں بے دریغ
مار ڈالا آہ! کیوں ترچھی نظر کے تیر سے
لوگ کہتے ہیں نہیں اِس زخم کا کوئی عِلاج
کیا کروں میں کچھ تو پوچھو اِس بُتِ بے پیر سے

(۵۸)

حُسن کی دِل کشی

اِن کے لب میٹھے رسیلے، اِن کی باتیں دل فریب
نین چنچل اور چھلکتے جام سینے کا اُبھار
چندن اور کیسر کی خوشبو میں بسے اِن کے بدن
سامنے آتے ہی دِل کا لُوٹ لیتی ہیں قرار

(۵۹)

عشق لاعلاج بیماری

عشق بیماری ہے دُنیا میں نہیں جس کا عِلاج
آدمی کو بےکس و لاچار کردیتا ہے یہ
اور پھر مسمار کردیتا ہے عقل و فہم کو
مقتدر اِنساں کو بھی بیکار کردیتا ہے یہ

(۶۰)

بد بخت عورت

آہ! وہ بد بخت عورت جو کھڑی بازار میں
بیچتی پھرتی ہے خاص و عام کو اپنا شریر
کون چاہے گا بھلا اِس کو؟ مگر حیران ہوں
اِس کے در پر منتظر ہیں کِتنے دانا اور فقیر

(۶۱)

فاحشہ

فاحشہ عورت نہیں، اک تند خو شعلہ ہے یہ
جس میں جل کر خاک ہو جاتا ہے انساں کا وقار
ختم ہو جاتے ہیں اس کی زندگی کے ولولے
ماند پڑ جاتا ہے دل کی آرزوؤں کا شرار

(۶۲)

طوائف

لب طوائف کے نہیں کچھ بھی غلاظت کے سوا
ان لبوں پر ہیں لبِ مجذوم کے گندے نشاں
کون سہہ سکتا ہے ایسی گندگی، پر ہے کمال
منتظر رہتے ہیں ان کے در پہ بھی پیر و جواں

(۶۳)

مردِ کمال

پھول سا نازک بدن، گلنار چہرہ دل فریب
نوجواں سرمست چنچل نازنیں، چشمِ غزال
دیکھ کر یہ حُسن اور تیکھے اُروجوں کا اُبھار
دل ترا پہلو میں قائم ہے تو تُو مردِ کمال

(۶۴)

ننھی حسینہ

اے مری ننھی حسینہ! مت چلا نظروں کے تیر
سہہ چکے ہیں ہم حسینوں کی یہ تیر اندازیاں
اب ہماری آرزؤں کا نشاں کچھ اور ہے
آتے آتے آئیں گی تم کو یہ عشوہ سازیاں

لہ پستانوں

(٦٥)

بے حس پیری

اے حسینہ! اپنی نیلی فام آنکھوں سے بتا!
چھوڑتی ہے مجھ پہ اب ترچھی نظر کا تیر کیوں!
اب مرے دل میں نہیں ہے آرزوؤں کا خروش
ختم ہو کر رہ گیا جوشِ جوانی کا جنوں

(٦٦)

دورِ ریاضت

عشق کے کیوں چھوڑتا ہے تیر مجھ پر کام دیو!
اب ترے تیروں کا اس دل پر اثر کچھ بھی نہیں
شو کی پوجا میں مگن رہتا ہوں میں شام و سحر
سحر مجھ پر حسنِ فانی کا مگر کچھ بھی نہیں

(۶۷)

دو مخلوط دل

عِشق ہے مِل کر دلوں کے ایک ہو جانے کا نام
عِشق میں مخلوُط دل ہرگز جُدا ہوتے نہیں
دوُر رہ کر بھی مِلے رہتے ہیں مانندِ توام
لیں اگر بیراگ بھی تو بے وفا ہوتے نہیں

(۶۸)

نوجوان یوگی

آگیا ہوں دُور تجھ سے اب تو آتا ہے خیال
ہجر میں رو رو کے مرجائے گی تُو میرے بغیر
سوچتا ہوں کیوں بنا جوگی؟ نہیں دِل کو قرار
آہ! اس برسات میں کیسے جیئوں تیرے بغیر

(۶۹)

سراب

عالموں میں رہ کے کارِ نیک میں دل کو لگا
کیوں فریبِ حُسنِ فانی میں لُٹادی زِندگی
حُسنِ زن دھوکا ہے یکسر، میرے ہمدم! میرے دوست!
آہ! کیوں جھوٹے سرابوں میں گنوادی زندگی

(۷۰)

بیَراگ

سانس کی خُوشبو، لبوں کی چاشنی، زُلفوں کے خَم
دو جوانی کے شبو مہ لُطفِ محبت کا خُمار
لے لیا بیَراگ تو نابوُد ہو جائیں گے سب
تب ترے بے چین دِل کو آئے گا صَبر و قرار

(۷۱)

گیان

نفس کا پردہ رہا جب تک نگاہوں پر ندیم!
دھوپ سُندر روپ کی حاوی رہی اعصاب پر
گیان کے کاجل سے رخشندہ ہیں اب آنکھیں مری
نورِ وحدت کا ہے منظر شوق کی محراب پر

(۷۲)

حُسن کی تسخیر

عالموں کا قلب ہے جو رحمتِ حق کا جواز
جلوۂ عرفاں سے رہتا ہے منوّر تب تلک
حُسن کی مورت، غزالہ، مست چنچل نازنیں
دلبری سے سامنے ان کے نہ آئے جب تلک

(۷۳)

تیاگ

عالموں کی محفلوں میں ذکر ہوتا ہے سدا
زندگی اپنی سنوارو رمنیوںؐ کے تیاگ سے
اِن میں شاید ہی کوئی ہوگا حقیقت میں مگر
بچ سکا جو اُن کے کولھوں کی ہَوَس کی آگ سے

(۷۴)

گیان

گیان ویدوں کا نہیں پنڈت کو شاید، اس لیے
حُسنِ نسوانی کی کرتا ہے مذمّت رات دن
سورگ میں جو کیف گستر اپسرائیں ہیں تو کیوں
سورگ کی چاہت میں ہے محوِ ریاضت رات دن

لہ حسیناؤں

(۷۵)

کام دیو کی شکتی

دَہر میں ایسے بھی ہیں یودھا، بہادر، تُند خُو
جا بِھڑیں شیروں سے گردن ہاتھیوں کی موڑ دیں
آج تک دیکھے نہیں لیکن کہیں وہ سُورما
جو قوی دیو ہَوس کا بھی تکبّر توڑ دیں

(۷۶)

عشووں کے تیر

تُو ہے سنیاسی، ترے بس میں ہے تیرا ہر چلن
دِل ترا قائم ہے پہلو میں تو ہے تُو باوقار
ابروُے خم دار سے چھُوٹے ہوئے عشووں کے تِیر
آ لگے دِل پر تو ہٹ جائے گا سب صبَر و قرار

(۷۷)

عشق میں ثابت قدم

عشق سے مجبور اگر کوئی حسینہ نازنیں
دل کسی عاشق کو دے دیتی ہے جب بھی ایک بار
پھر نہیں ممکن خدا بھی روک دے آکر اُسے
مرد بے چارے کا تو اس میں نہیں کچھ بھی شمار

(۷۸)

ہوس کی آگ

صاحبِ علم و ہنر، اہلِ خرد، عالی وقار
ناروا حسرت کوئی بھی جس کو بہکاتی نہیں
تب تلک رہتا ہے وہ قائم چٹانوں کی طرح
جب تلک عشق و ہوس کی آگ تڑپاتی نہیں

(۷۹)

عورت ایک مجبوری

فلسفی، ویدانت کے ماہر، حکیم بے مثال
جن کی اِک اِک بات سے ہے رازِ ہستی آشکار
اپنے منصوبوں میں وہ بھی کامراں ہوتے نہیں
ہو کے رہ جاتے ہیں بے بس، اہلِ غمزہ کے شکار
ہیں درِ دوزخ کی کنجی حُسن کے ابرُو کے خم
خود جہنم میں چلے جاتے ہیں وہ دیوانہ وار

(۸۰)

دیوِ ہوس

اک سگِ بیمار، مریل، زخم خوردہ، ناتواں
درخورِ تحقیر و نفرت، پُر تعفّن، خستہ حال
بھاگتا پھرتا ہے ہر کُتیا کے پیچھے بے دریغ
کتنا حیرت خیز ہے دیوِ ہوس تیرا کمال

(۸۱)

کام دیو کی حکومت

کام ہے راجا تو عورت اس کا قانونی نِشاں
جو کوئی مُنکر ہوا اِس سے تو پائے گا سزا
ہو کے سنیاسی، تپسوی، بے وطن، بے خانماں
در بدر کی بھیک مانگے گا، فقیرِ بے نوا

(۸۲)

ضبط

وشوامتر اور پراشر اور گانڈیلی رِشی
مینکا، رمبھا پہ اور ستیہ وتی پر مر مٹے
نفس کُش ہو کر بھی وہ دِل ہار بیٹھے حُسن پر
سادہ دل ہم سا بھلا پھر ضبط میں کیسے رہے

(۸۳)

بسنت رُت

حسن و نغمہ بن کے جب کھیتوں میں آتی ہے بسنت
ہر گُل و غُنچہ پہ جوَبن بن کے چھاتی ہے بسنت
رمنیوں کے دل میں بھی اُٹھتی ہیں لہریں پیار کی
ہر کلی، ہر پھُول کو کِھلنا سِکھاتی ہے بسنت

(۸۴)

حُسن بھی مجبُور ہے

یا خُدا ! کیوں ہے اسے حُسن و جوانی کا غرُور
کِس قدر ترسا رہی ہے کر رہی ہے بے قرار
جانتا ہوُں آئے گی جب بادِ صندل کی ہوا
خوُد چلی آئے گی پہلو میں مِرے دیوانہ وار

(۸۵)

دلِ مجبور

جانفزا آموں کی خُوشبو سے بھری بادِ بہار
اَور بھونروں کے ترانوں میں سکوُں پاتا ہے دِل
دِل میں آتا ہے کہ پہلوُ میں ہو کوئی نازنیں
بہر وصَلت کِس قدر بے تاب ہوجاتا ہے دِل

(۸۶)

خُوشگوار منظر

پاس فوّارے کے بیٹھی، بوئے صنّدل میں بسی
کچھ حسینائیں محل کے باغ میں صحبت نواز
شدّتِ گرما سے چہرے پر پسینے کے گُہر
عاشقوں کے واسطے منظر ہے کِتنا دلِ گداز

(۸۷)

زہر

کوئلوں کی کُوک ، خوشبو میں بسی بادِ بہار
ہجر میں جی کو جلاتے ہیں یہ منظر خوشگوار
تو نہیں جو پاس تو امرت بھی زہرِ تلخ ہے
موسمِ گُل ہے کہ خنجر ہے کوئی سینے کے پار

(۸۸)

سُہانے منظر

موسمِ گُل ، صحنِ گلشن ، چاندنی ، بادِ نسیم
پھول سی پہلو میں اِک نازک پری وش نازنیں
پیار سے مخمور ، خوش رُو ، خوش خرام و خوش ادا
کِس کی قسمت میں ہیں یہ منظر سُہانے دِل نشیں

(۸۹)

فصلِ بہار

آم کے پیڑوں پہ کوئل کی پریشاں راگنی
اور معطر پھول کی خوشبو سے بادِ خوشگوار
چومتی ہے ایسے موسم میں جو کوئی نازنیں
پھول کلیوں کو تو سمجھو، آگئی فصلِ بہار

(۹۰)

رنگیں نظارے

چاند کی کرنیں، کمل کے پھول، پنکھے کی ہوا
اور نکہت بیز، ٹھنڈی، کاخِ شاہی کی فضا
اس میں بیٹھی اک حسینہ خوش لباس و خوش خرام
کیف زا رنگیں مناظر، دل نواز و دل رُبا

(۹۱)

دل رُبا منظر

چاند کی کیف آفریں کرنوں کی ساکت نغمگی
غازۂ صندل کی خوشبو میں بسا حسن جواں
پھول مالا ادھ کھلے پستاں پہ لہراتی ہوئی
ایسے منظر میں مچلتا ہے دلِ حسرت نشاں

(۹۲)

برسات کی رُت

بادلوں کے جھنڈ گویا دو جوانی کے سبو
شوخ جھرنے، جیسے کوئی عشق میں ہو بے قرار
رُت یہ ہے برسات کی یا مست کوئی نازنیں
جانفزا، رنگیں، سہانی، شوق پرور، سحر کار

(۹۳)

دِل کش مناظر

اُودی اُودی بدلیاں آکاش پر چھائی ہُوئی
پھُول پتّوں سے لدی ہے مد بھری ساری زمیں
ہر دلِ بیمار کو دیتے ہیں درسِ زندگی
تیری دُنیا کے مناظر ہیں سہانے، دِل نشیں

(۹۴)

کالی گھٹائیں

چار سُو کالی گھٹائیں دَشت پر چھائی ہُوئی
ناچتے ہیں مور، انگر پھُوٹتے ہیں جا بجا
ہر طرف پھیلا ہُوا سبزہ لطیف و دِل کُشا
جیسے فِطرت پر جُنونِ عِشق ہو چھایا ہُوا

(۹۵)

حُسن کی بہاریں

اِک طرف پھُولوں کی خُوشبُو' اک طرف بجلی کا شور
اِک طرف موروں کا جوڑا ناچتا گاتا ہُوا
ہجر سے بیتاب پھُولوں سے سجی اک نازنیں
آہ! یہ منظر سُہانا دِل کو ترساتا ہُوا

(۹۶)

ابھیسار[1]

لے کے ارماں وَصل کے اور بادۂ عشرت کا شوق
جا رہی ہے بے خطر عاشق کو ملنے کے لیے
راہ کی دُشواریاں' بادل' کڑکتی بجلیاں
دِل میں چُبھتے سے اُمید و بیم کے نیزے لیے

---

[1] جب کوئی حسینہ اپنے عاشق کو ملنے جاتی ہے تو اسے ابھیسار کہتے ہیں

(۹۷)

برسات کے مزے

کون جاتا ہے بھلا برسات میں باہر کہیں
لوٹیے گھر میں محبّت کا مزا برسات میں
ہے بہت سردی تو سجنی سے لپٹ کر سو رہیے
اور تھک کر کھائیے ٹھنڈی ہوا برسات میں

(۹۸)

باہمی لُطف و سُرور

وصلِ شب سے چُور، مخمورِ فروغِ مے کشی
جاگ جاؤں جو کبھی میں نصف شب میں خواب سے
تھک کے سوئی تھی، مگر اُٹھ کر خود اپنے ہاتھ سے
چندر کرنوں سے دُھلا پانی پلاتی ہے مجھے
خامشی میں رات کی یہ باہمی لُطف و سُرور
دہر میں انساں کو اُکساتے ہیں جینے کے لیے

(۹۹)

زندگی کا لطف

خلعت و سامانِ عشرت، زر، فضائیں عطربیز
اور پہلو میں جواں حسنِ پری وش بے مثال
حاضرِ خدمت سرود و رقص و مے، جام و طعام
جس کی قسمت میں ہوں یہ سب، زندگی اس کی کمال

(۱۰۰)

لطف کے لمحے

پوس کی ٹھنڈی ہوائیں اور سبزہ چار سو
سو رہی ہے میرے سینے سے چپٹ کر نازنیں
مست بھونرے میٹھی میٹھی لوریاں گاتے ہوئے
یا خدا یہ وقت کی رفتار تھم جائے یہیں

(۱۰۱)

چھیڑ چھاڑ

چومتا ہے اس کے گالوں کو، کبھی پستان کو
اور کبھی کولہوں سے ساڑھی کو ہٹا دیتا ہے یہ
کتنا نٹ کھٹ ہے خنک جھونکا ہوا کا دیکھیے
اس کے ہر عضوِ بدن کو تھرتھرا دیتا ہے یہ

(۱۰۲)

بادِ مست

چھیڑتا ہے زلف کو، گالوں کو اور پستان کو
اس کے ہر اک عضو کو مستی سے بھر دیتا ہے یہ
یہ ہوا کا سرد جھونکا ہے کہ عاشق ہے کوئی
کھینچ کر آنچل اسے سرمست کر دیتا ہے یہ

(۱۰۳)

حُبِ دِلی

گر نہیں چاہت تو حسن خوشنما بے لطف ہے
حُسن کی رنگینیاں ہر دِل کو تڑپاتی نہیں
چانؔد کی کرنیں بہت ہی خوبصورت ہیں مگر
چانؔد کی کرنیں کملن کو کبھی بھاتی نہیں

وئیر اگیہ شتک

(۱)

مناجاتِ شنکر

جن کے ماتھے کا ہے گہنا چودھویں کا ماہتاب
ذکر ہی سے جن کے مِٹ جاتا ہے بدکاری کا نام
اک نظر سے جن کی جل کر مر مِٹا تھا کام دیو
ایسی شمعِ نورِ شوجی کو مرا جھک کر سلام

(۲)

ہوس کی آگ

در بدر کی خاک چھانی، ہر ولایت میں گیا
حرصِ زر میں اپنی عزت آبرو تک بیچ دی
عُمر بھر بدخو لئیموں کا رہا خدمت گزار
عُمر بھر دِل کو ہوس کی آگ تڑپاتی رہی

(۳)

لالچ کا نتیجہ

دُور دیشوں میں گیا، ہمراز خویشوں میں رہا
جُستجو میں زر کی کھودا کوہساروں کو کبھی
جا کے مَرگھٹ میں بھی جپ تپ میں گزُارے رات دن
پھر بھی تسکیں مل نہ پائی زر کے ماروں کو کبھی

(۴)

ذلالت

تلخ جُملے سُن کے بھی خاموش رہ جاتا ہوں مَیں
دِل میں روتا ہُوں مگر چہرے سے مُسکاتا ہوں مَیں
یاوہ گویوں سے بھی ہوتا ہُوں بہ عزت ہم کلام
زر کی خاطر ہر ذلالت کو روا پاتا ہوں مَیں

⑤
اگیان

گُل پہ شبنم کی طرح ہے ایک پل یہ زندگی
ایک پل جینے کی خاطر ہر گنہ کرتا رہا
بیچ ڈالا چند ٹکڑوں کے لیے اپنا ضمیر
اور خدا سے بے نیازی کا گلہ کرتا رہا

⑥
صِلے کی چاہ

بے غرض جب تپ عقیدت سے ہی ملتی ہے جزا
ہو صلے کی چاہ تو نیکی میں نیکی کچھ نہیں
فطرتاً مرغوب کارِ نیک ہیں دل کو اگر
تو وَلی ہے تجھ کو جو خواہش صلے کی کچھ نہیں

(۷)

حسرتیں

مِٹ چُکے ہیں ہم مگر ہیں حسرتیں دِل میں ابھی
ہے جواں حرص و ہوس گو زِندگی کی شام ہے
وقت خُود مِٹتا نہیں ہم کو مِٹا دیتا ہے یہ
زِندگی اِنسان کی حرص و ہوس کا نام ہے

(۸)

لالسا کی آگ

دورِ پیری ، لاغری ، ناطاقتی ، مُوئے سپید
جھرّیاں ، کمزور بینائی ، سماعت ناتواں
دِل میں لیکن کروٹیں لیتی ہیں اب بھی حسرتیں
لالسا کی آگ کی شِدّت ابھی تک ہے جواں

(۹)

گیان کا امرت

گیان کے امرت سے مِٹ جاتی ہے دِل کی تشنگی
حرص کا غلبہ وگرنہ کِس کو تڑپاتا نہیں
سورگ میں راجہ ہے اندر دیوتاؤں کا مگر
وہ بھی حرص و آز کی آتش سے بچ پاتا نہیں

(۱۰)

جیون کا موہ

اب کہاں وہ محفلیں، وہ شوق، وہ جام و طعام
دَورِ پیری لاغری ہے جسم و جاں لاچار ہے
ڈر سے پھر بھی کانپتے ہیں سُن کے مرجانے کا نام
آدمی کو اِس سڑے جیون سے کتنا پیار ہے

(۱۱)

آشا نراشا

رات دن آشا نراشا میں گزاری زندگی
ہر نئی حرص و ہوس جاں کو جلاتی ہی رہی
ہو نہ پائی کیوں سکونِ قلب کی کوئی سبیل
بے قراری، ناامیدی دِل دُکھاتی ہی رہی

(۱۲)

کاما چکر

کام کر نیکی کا، ثمرے کا نہ رکھ دل میں خیال
چاہ ہو ثمرے کی تو نیکی بھلا کس کام کی
کر کے نیکی ڈال دے دریا میں ہو کر بے نیاز
چار سو پھیلے گی خوشبو خوب تیرے نام کی

(۱۳)

زِندگی کی کشاکش

یہ کشاکش زِندگی کی ، دَہر کی رنگینیاں
چھوڑ دے غافل اِنھیں یہ چار دِن کی بات ہے
تو نہ چھوڑے گا تو آخر چھوڑ دیں گے یہ تجھے
چار دِن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے

(۱۴)

عَیش و عِشرت

اہلِ دانش کے لیے آساں ہے ہر کارِ عظیم
عَیش و عِشرت میں کبھی وہ دل کو اُلجھاتے نہیں
ہم کہ رہتے ہیں سدا بس جُستجُو میں عیش کی
عُمر بھر کارِ نمایاں کچھ بھی کر پاتے نہیں

(۱۵)

پکشی اور انسان

ہم سے بہتر ہیں یہ پنچھی یہ نواسی دشت کے
جوگیوں کی آنکھ کے آنسو جو پیتے ہیں مُدام
ہم کہ رہتے ہیں سدا بدمست کیف و رنگ میں
بیت جاتی ہے ہماری عمر بے نیل مرام

(۱۶)

طمع

ایک گدڑی، جامِ گِل، نانِ جویں، سادہ لباس
اِس سے بڑھ کر اور جینے کو بھلا کیا چاہیے
آدمی کی حرص کی لیکن نہیں کچھ انتہا
کِس کو ہے معلوم اِس کو اور کیا کیا چاہیے

(۱۷)

عورت اور شاعر

مانس کی گانٹھوں کو کہتے ہیں وہ سونے کے کلس
تھوک سے پُر مُنہ کو کہتے ہیں درخشاں ماہتاب
جسم کی بدبوُ میں اِن کو بوئے مے کی مستیاں
اور پسینے کی کثافت' کیف و لُطف بے حساب
ہیچ ہے عورت مگر تُف شاعروں کی عقل پر
اِس کے اِک اِک عضو میں پاتے ہیں حُسنِ لاجواب

(۱۸)

شاعری خدا کی دین

قابلیت شعر کہنے کی خدا کی دین ہے
چھیننا شاعر سے یہ جوہر کبھی مُمکن نہیں
دُودھ سے پانی جُدا کرتا ہے جو ہر قسم کا
کوئی اِس جوہر کو اُس سے چھین سکتا ہے کہیں!

(۱۹)

زبان کی مٹھاس

پھول چندن۔ ہار کیسر ویش بھوشا کا سنگھار
حُسن میں تیرے نہ آئیگا کبھی اِن سے نِکھار
ہیں لبِ شیریں میں پنہاں حُسن کی رنگینیاں
حُسن کی زینت فقط تیرا کلامِ خوش گوار

(۲۰)

جُستجو

زندگی تیری ہے گر حرص و ہوس، جام و طعام
نفس سے آلودہ ہے تو کیا ہے تیری زندگی
کیا کبھی سوچا ہے غافل! زیست کا مقصد ہے کیا
بے روِش، بے مُدعا، یوں ہی گنوا دی زندگی

(۲۱)

بندھن

تو امیرِ شہر ہے، عشرت کدہ تیرا مکاں
گھر میں تیرے چاند سی بیوی ہے حسن باکمال
نوجواں بیٹا سراسر باپ کی تصویر ہے
تیرے خوابوں کے تصوّر کا طلسم بے مثال
کیا بتاؤں تجھ کو غافل! خواب ہیں دھوکا ہیں یہ
ان کے بندھن میں جو اُلجھا، چھوٹنا اُس کا محال

(۲۲)

یہ دُنیاوی رشتے

کون ہے تو، کون بیوی، کون یہ بچے تیرے
چند روزہ ساتھ ہے، پھر یہ کہاں اور تو کہاں
یہ جو روتے ہیں تو پھٹتا ہے کلیجہ کیوں ترا
کیوں سدا رہتا ہے اِن کے واسطے ناشادماں
اِن کو بھوکا دیکھ کر بے چین ہوجاتا ہے تو
دَر بدر اِن کے لیے بھٹکے ہے زار و ناتواں

(۲۳)

پیٹ کی آگ

بُھوک کمزوری ہے اِنساں کی نہیں جس سے فرار
بُھوک دے کر آدمی کو کر دیا زار و نزار
بُھوک سے مجبورِ انساں کا نہیں کوئی ضمیر
بُھوک سے مجبورِ انساں ہر ذلالت کا شکار

(۲۴)

رُسوائی

مانگنا ہی گر ضروری ہے، تو مت اپنوں سے مانگ
ہاتھ مت پھیلا کبھی اپنوں کے در کے سامنے
خاک میں مل جائے گا تیرا وقارِ علم و فن
یہ تجھے رُسوا کریں گے ہر بشر کے سامنے

۲۵ ، ۲۶

بن باس

چھوڑ کر گنگا کی لہروں کا یہ مستانہ خرام
اور ہمالہ کی حسیں، سرمست، دِل کش وادیاں
چھوڑ کر بھرپُور میووں سے لدے پیڑوں کے جُھنڈ
گونجتی ہر سُو فضا میں پنچھیوں کی بولیاں
مست جھرنوں کی صدائیں لوریاں گاتی ہُوئی
دامنِ کہسار میں پھیلی ہُوئی ہریالیاں
کیوں بھٹکتا پھر رہا ہے چند سکّوں کے لیے
زَر کے لالچ میں ذلیل و بے کس و بے خانماں

(۲۷)

بستیاں

سوچتا ہُوں چھوڑ کر بستی کو بن میں جا بسُوں
کیا دھرا ہے بستیوں میں گندگی کے ماسوا
رات دِن محنت مُشقت مالکوں کی گھرکیاں
تُف ہے اِس جینے پہ، اس جینے سے مرجانا بھلا
کِس قدر دِلچسپ تھی، کِتنی جواں تھی زندگی
ہم نے ہی اِس کو رہینِ درد و حرماں کر دیا

(۲۸)

جنگل اور شہر

جنگلوں میں ہیں مُہیا چار سُو رعنائیاں
شِیت جل پینے کو، کھانے کو ہیں پھل میٹھے لذیذ
دُوب کا بِستر بچھا ہے خوابِ عشرت کے لیے
زندگی آزاد فرحت آشنا و باتمیز
بستیوں میں زر کے لالچ میں بھٹکتی زندگی
کِس قدر بے آبرو، بے خانماں، کِتنی غلیظ

۲۹

حماقت

اس گپھا میں خود پہ ہنستا ہوں جب آتا ہے خیال
کیا تھی وہ پہلی مری حرص و ہوس کی زندگی
کس قدر بدبخت تھی، محتاج تھی، کتنی حقیر
زر کی خاطر کس قباحت میں گزاری زندگی
اس فقیری میں ہے حاصل مجھ کو شاہوں کا جلال
چار سو پیشِ نظر ہنستی تھرکتی زندگی

۳۰

صبر و سکون

ہے سکونِ قلب کی دولت اگر حاصل تجھے
دہر کے سامانِ عشرت ہیچ ہیں تیرے لیے
صبر دے کر تجھ کو رازق نے سبھی کچھ دے دیا
قصر و ایواں، مال و دولت ہیچ ہیں تیرے لیے
دے بھی دے تجھ کو ہزاروں گر وہ سونے کے پہاڑ
کچھ نہ ہوگی ان کی قیمت ہیچ ہیں تیرے لیے

(۳۱)

بھکشا کی فضیلت

تو ہے جوگی، تجھ کو بھکشا مانگنا ذلت نہیں
دل سے لالچ، حرص و نخوت کو مٹا دیتی ہے یہ
ہر گلی ہر گھر میں ماں ہے، ہر بشر اپنا عزیز
پیار کرنے کا انوکھا گُر سکھا دیتی ہے یہ
پیار سے جتنی کوئی دے دے خوشی سے کر قبول
صبر کا احساس پہلو میں جگا دیتی ہے یہ

(۳۲)

ڈر سے نجات

زندگی کو موت کا ڈر، لطف کو آزار کا
پیار کو ہجرت کا ڈر، دولت کو ڈر سرکار کا
روپ، یوون کو بڑھاپے کا لگا رہتا ہے ڈر
نام کو تہمت کا اور شہرت کو ڈر ادبار کا
ایک بیراگی کا دل آزاد ہے ہر خوف سے
اس کو کوئی ڈر نہیں، دھن دھام کا سرکار کا

۴۳

پورن آزادی

موت کے ڈر سے دبی رہتی ہے ہر دم زندگی
خوفِ پیری سے دبا رہتا ہے سہما سا شباب
حُسن کے جلووں سے چکنا چُور ہوجاتا ہے دِل
ٹُوٹ کر نابُود ہوجاتا ہے مانندِ حباب
ہو اگر بیراگ تو آزاد ہوجاتا ہے دِل
نے کوئی اُلجھن نہ بندھن اور نہ کوئی اِضطراب

۴۴

چین کہاں

اِس جہاں کے عیش و عِشرت جان و دل کے ہیں وبال
اِن کے لالچ میں جو ڈُوبا وہ جیا تو کیا جیا
دھر میں مر مر کے جینے میں نہیں ہے زندگی
رُوح ہو بےچین تو جینے سے مرجانا بھلا

(۲۵)

برہم کا دھیان

ہیں چھلاوا ایک پَل کا دَہر کی رنگینیاں
اِن میں دِل کو مَت لگا، دھوکا ہیں یہ دھوکا ہیں یہ
من کے مندر میں بسا لے مُورتی بھگوان کی
حُسن کے بُت کچھ نہیں، مایا ہیں یہ مایا ہیں یہ

(۳۶)

دُنیاوی عیش

ایک پَل کی بات ہیں یہ دَہر کے عیش و نِشاط
جوں چمک بجلی کی یا جگنو کی جیسے روشنی
یا کمل کے پھُول کی پتّی پہ قطرہ آب کا
ایک پل بیتا تو مِٹ جاتی ہے اِن کی دِلکشی

(۳۷)

نُورِ وحدت

عشقِ خوباں، ناز و غمزہ، مال و زر، عیش و نشاط
جان لیوا ہیں یہ بندھن، دل کو اِن سے دُور رکھ
ہے فقط عشقِ حقیقی میں ہر اک دُکھ سے نجات
اپنے دل کو نورِ وحدت سے سدا معمور رکھ

(۳۸)

سُکھ کہاں

یاد کر وہ دن رہا جب اپنی ماں کی کوکھ میں
گندگی میں رات دِن دُبکا پڑا سوتا رہا
ہو کے پیدا نوجوانی میں ہُوئی تجھ کو نصیب
پھر وہی جا جس میں اپنی جان و دِل کھوتا رہا
حُسن والوں کے سہے طعنے، ہوا بے آبرو
کس قباحت کے لیے مَرتا رہا، روتا رہا
سوچ تو ناداں ذرا وہ کیا تھا جس کے واسطے
تُند صحراؤں میں بارِ زندگی ڈھوتا رہا

۳۹

نراشا کا جیون

تاک میں پیری ہے دَورِ نوجوانی کی حریف
موت کے سائے میں مر مر کر گزُرتی زِندگی
پھر بھی اِنساں کِس قدر غلطاں ہے حرص و آز میں
بیت جاتی ہے نراشا میں بھٹکتی زِندگی

۴۰

یہ کشاکش کِس لیے

زِندگی بھر کیوں ہَوس کی آگ میں جلتے ہیں ہم
ڈھونڈھتے رہتے ہیں ہردم مال وزر جاہ و جلال
جانتے ہیں اِس کشاکش کی کوئی منزل نہیں
یوں گنوا دیتے ہیں پھر بھی زِندگی کے ماہ و سال

(۴۱)

مُبارک ہیں وہ لوگ

ہیں مُبارک دَہر میں وہ لوگ جو آزاد ہیں
بے نیازانہ گزُر جاتی ہے جن کی زِندگی
دُکھ نہیں دیتی اِنھیں خواہش کوئی، حسرت کوئی
بیت جاتی ہے پرستِش میں ہی اِن کی زِندگی

(۴۲)

برہم کی مستی

برہم کی مستی سے تیرا دل اگر سرشار ہے
دَہر و جنّت کی حکومت کچھُ نہیں تیرے لیے
کچھُ نہیں دُنیائے فانی کی کروڑوں مستیاں
اپسراؤں کی بھی وقعت کچھُ نہیں تیرے لیے

۴۳

موت

بادشہ، قیصر، بہادر، شیرِ نر عالی وقار
عالم و فاضل، اکابر، نصرتوں کے جوش میں
ہو کے پژمردہ، فسردہ، ٹوٹ کے جاتے ہیں سبھی
غرق ہو جاتے ہیں یکسر موت کی آغوش میں

۴۴

موت ایک کھلاڑی

موت پانسے کا کھلاڑی، کھیل کی گوٹیں ہیں ہم
کعبتین کا کھیل ہم سے کھیلتا رہتا ہے وہ
یاں سے واں پھر واں سے یاں، یہ سب اسی کی چال ہے
ہم کو یوں چالوں میں اپنی ریلتا رہتا ہے وہ

(۴۵)

گیان

کیا ہے طفلی، نوجوانی، کیا ہے پیری، کیا ممات؟
کیا کبھی سوچے ہیں ناداں! اِن سوالوں کے جواب
رات دِن کے چکّروں میں یوں بِتا دی زِندگی
جوں جھپک یا نیم مدہوشی کا اِک بُھولا سا خواب

(۴۶)

حرصِ زر

ایک ہی رٹ میں لگا رہتا ہے نِسدِن آدمی
گو نئی سج دھج سے آتی ہے ہر اِک شام و سحر
بے حیا کھاتا ہے دَر دَر حرصِ زر میں ٹھوکریں
اِس کے دِل پہ کیوں نہیں اِحساسِ ذلّت کا اثر

(۴۷)

عِشق

ہو حقیقی یا مجَازی، عِشق آخر عِشق ہے
عِشق کی مستی سے اپنا دِل سدا مخمُور رکھ
کر حسینوں سے محبّت یا خُدا کی ذات سے
یعنی اِس بستی کو جلووں سے سدا معمُور رکھ

(۴۸)

زِندگی اکارت گئی

سوچ ناداں! اِس جہاں میں آکے تُو نے کیا کیا؟
کیوں فقط حرص و ہوس میں ہی بتا دی زِندگی
عِشق پریوں سے نہ کوئی معرکہ نے عِلم و فن
کیا ہوئی تیری جوانی، کیوں گنوا دی زِندگی

(۴۹)

محرومی

دولتِ علم و ہنر سے بھی رہا محرُوم تو
اور نہ تھا حاصِل حسِینوں کا کبھی لُطفِ وصَال
غیر کے رحم و کرم پر ہی رہی تیری نظر
زندگی تیری تھی گویا ایک کوّے کی مثال

(۵۰)

وِصالِ مرگ

چل بسے ماں باپ بھی، بھائی بہن بھی، دوست بھی
ذہن میں بس رہ گئیں دُھندلی سی کُچھ پرچھائیاں
کٹ رہے ہیں ہم بھی دریا کے کِناروں کی طرح
مُنتظِر ہیں اب وصَالِ مرگ کی تنہائیاں

(۵۱)

ایک عمر ایک لمحہ

ویدِ اقدس میں لکھا ہے حضرتِ انسان کو
دی خدا نے اِس جہاں میں سو برس کی زندگی
اِک صدی کچھ کم نہ تھی، لیکن ہمیں لگتا ہے یوں
لمحے بھر کی بات تھی، بس ایک پل تھی زندگی
کچھ تو بچپن میں کٹی، کچھ نیند کی آغوش میں
کس قدر بے سُود تھی، بے مدّعا سی زندگی

(۵۲)

تماشا گاہ

یہ جہاں ہے اِک تماشا گاہ، ہم نقّال ہیں
کھیل اپنے کھیلتے ہیں اور چلے جاتے ہیں ہم
موت اِک پردہ ہے بس چہرہ بدلنے کے لیے
گوں ناگوں چہرے بدل کر سامنے آتے ہیں ہم
کھیل پیری کے، جوانی کے، وصال و ہجر کے
موت کے پردے سے باہر آکے دِکھلاتے ہیں ہم

(۵۳)

شاہی اور فقیری

مالکِ اقلیم ہیں ، فرمانروائے سلطنت
مُنحصِر ہے دَولت و حشمت پہ شاہوں کا نِظام
اور ہمیں حاصل فقیری میں جہاں بھر کا مدار
بادشاہوں سے بھی بڑھ کر ہے ہمارا احترام

(۵۴)

فقیری کا اِحترام

ناز ہے طاقت پہ تم کو ، ہم کو اپنے ضبط پر
بادشاہِ وقت ہو تُم اور ہم اہلِ کتاب
ہو مُبارک زر کے بندوں کو تُمھاری پیروی
ہیں ہمارے بھی جہاں میں نام لیوا بے حساب

۵۵

دِل کا سکُون

ریشمی کپڑوں میں تُم کو نیند تک آتی نہیں
چھال ہیں پیڑوں کی رہتے ہیں سدا مسرُور ہم
ہیں فقط دل کے سُکوں میں زِندگی کی مَستیاں
زر نہ ہونے سے کبھی ہوتے نہیں مجبُور ہم

۵۶

پُر تسکین زِندگی

ہیں مُہیا جا بجا کھانے کو پھَل میٹھے لذیذ
خوشنما چشموں کا پانی سَرد شیریں، دِلنواز
گھاس کا بستر ہے رنگیں خواب راحت کے لیے
چھال کے کپڑے مُہیا ہر جگہ بے اِمتیاز
زِندگی مسرُور، فرحت آشنا و بے ستیز
کِس قدر آزاد، تسکیں آفرین و سرفراز

۵۷

بے دھڑک جیون

بے غرض ، بے قید ، آسودہ ہے اپنی زندگی
گھاس پر سوتے ہیں ، بھکشا مانگ کر کھاتے ہیں ہم
حکمرانوں کو بھی خاطر میں کبھی لاتے نہیں
حق کی باتوں پر تو شاہوں سے بھی اُڑ جاتے ہیں ہم

۵۸

فقیرِ بے نوا

ہم فقیرِ بے نوا ہیں کچھ نہیں اِس کے سوا
ہیں نہ رقّاص و مغنّی اور نہ بازی گر کوئی
کیا کریں شاہوں سے مِل کر ، اُن سے ہم کو واسطہ
ہم میں شاہوں کو رِجھانے کا کوئی جوہر نہیں

(۵۹)

حشمت کا غرور

چار چھ نگروں کا راجہ ہو کے کیوں اتنا غرور؟
مٹ گئے شاہوں کے شہپر جن کی نہ تھی کوئی مثال
سلطنت میں جن کی تھے تجھ سے ہزاروں تاجور
خاک ہو جائے گا، مٹ جائے گا یہ جاہ و جلال

(٦٠)

راج پاٹ کی وقعت

کتنے راجا آکے اس دنیا میں یوں ہی چل بسے
دہر میں ان کا کہیں نام و نشاں تک بھی نہیں
کون سی گنتی میں ہے ادنیٰ سی تیری مملکت
حکمرانوں میں کہیں جس کا بیاں تک بھی نہیں

٦١

راجاؤں کی ہستی

گیند ہے مٹّی کی پانی سے گھری دُنیا فقط
اِس کے ٹکڑوں کے لیے لڑتے ہیں کُتّوں کی طرح
دَہر کے اِن حُکمرانوں سے ہمیں ہو کیا اُمید
ایک مُٹھی خاک پہ مَرتے ہیں کُتّوں کی طرح

٦٢

مُحترم ہستی

دَہر میں وہ لوگ ہی ہیں قابلِ صد اِحترام
زندگی قربان ہے جن کی خُدا کے نام پر
حرصِ زر میں غرق ہے یہ آج کی دُنیا یہاں
بِک رہا ہے آدمی ہر موڑ پر ہر گام پر

(۶۳)

زِندگی کا راز

پُوچھتا پھرتا ہے کیوں اوروں سے کیا ہے زِندگی ؟
زِندگی کا راز اپنے دِل کی گہرائیوں سے پوُچھ
یہ حقیقت اصل میں ہے تیرے پہلو میں نِہاں
جھانک اپنے دِل میں اور خاموش تنہائیوں سے پُوچھ

(۶۴)

شِوجی کی رحمت

مادرِ گنگا کا میٹھا جل ہے پینے کے لیے
پیٹ بھر کھانے کو پھل اور چار سُو ہریالیاں
شِو کا سایہ سَر پہ ہے تو کچھ نہیں خوف و خطر
جنگلوں میں رہ کے بھی رہتے ہیں ہر دم شادماں

(۶۵)

فکر کیوں؟

اے دلِ ناداں ! ہے کیوں یوں مبتلائے رنج و غم
ہو چکا سو ہو چکا ہونا ہے جو ہو جائے گا
بُھول جا ماضی کو مُستقبل ہے تیرے سامنے
ورنہ مُستقبل بھی ماضی میں کہیں کھو جائے گا

(۶۶)

تسکینِ دل کا راز

چھوڑ دُنیا کے جھمیلوں کو لگا اُس سے لگن
دل کو ہر دم اِک خدا کے عشق سے مخمُور رکھ
ہے اگر خواہش کہ ہو حاصل تجھے تسکینِ دل
اِس نہاں خانے کو ہر حرص و ہوس سے دُور رکھ

(۶۷)

یہ جہاں فانی ہے

مال و زر، ساتھی، عزیز و اقربا فانی ہیں سب
وقت کی آندھی انھیں اِک دن اُڑا لے جائے گی
کچھ نہ رہ پائے گا دُنیا میں بجز نامِ خدا
ناگہاں نادیدہ راہوں میں بہا لے جائے گی

(۶۸)

لکشمی

لکشمی کو مت کہو دیوی، یہ ہے اِک ویشیا
اِس کا وَر گھر کچھ نہیں، ہے آج یاں تو کل وہاں
اِس کے چکّر میں نہیں ممکن کہیں تسکینِ دل
ہے فقیری میں جو لُطف و منزلت اِس میں کہاں

(۶۹)

زِندگی کا لُطف

شاعروں کی محفلیں ، رَقص و سرود و مے کشی
حاضرِ خدمت جواں پریوں کا لُطفِ بیکراں
زِندگی میں گر نہیں تُجھ کو میسّر یہ تو پھر
کر دِل و جاں کو خُدا کے نُور سے جلوہ کناں

(۷۰)

خُدا کی ذات

مال و دولت ، فتح و نصُرت ، دوستوں کی محفلیں
چند روزہ زِندگی میں چند دِن کی بات ہے
دَہر کی ہر ایک شئے فانی ہے دائم کچھ نہیں
قائم و دائم فقط بس اِک خُدا کی ذات ہے

بَیراگ

تو ہے بَیراگی اگر حرص و ہَوس قابُو میں ہے
اور نہیں دِل میں کہیں بھی بُغض و نفرت کا نِشاں
مَوت کا ڈر بھی ہے دِل میں اور خُدا کی یاد بھی
یاد رکھ بَیراگ میں ہوگا نہ دِل کا کچھ زیاں

(۷۲)

بُرہَم

ہے ترے دِل میں اگر بَیراگ تو کیا چاہیے
موت، پیری اور مُغنّی کے ترانے کچھ نہیں
تجھ کو دُنیا کے لوازم سے بھلا کیا واسطہ
بُرہَم ہی سب کچھ ہے دُنیا کے فسانے کچھ نہیں

(۷۳)

دلِ انساں

اے دلِ ناداں! اُڑانوں کا نہیں تیری شُمار
تو ابھی پاتال میں ہے اور ابھی افلاک پر
سرگراں رہتا ہے کیوں ہر دم جہاں میں بےقرار
کیوں نہیں تو مرتکز یادِ خُدائے پاک پر

(۷۴)

پُوجا تپسیّا

وید گرنتھوں کا پٹھن، پُوجا، تپسیّا کچھ نہیں
مت کہو اِس کو پرستِش یہ فقط بیوپار ہے
برہم کے چِنتن کا حاصل دِل کی شکتی شانتی
بِرہم کا چِنتن ہے سب کچھ اور سب بیکار ہے

۷۵

اِیشور تو دِل میں ہے

"مِل نہ پائیں گے پجاری، ہیں ابھی ایکانت میں"
"ہیں ابھی مشغُول، پھر آکر کبھی مِل جائیے"
ہو گئے مایُوس سُن سُن کر یہ دربانوں کے بول
جھانکیے دل میں وہیں اِیشور کے درشن پائیے

۷٦

اِنسان کی ہستی

یہ زمین و آسماں، کون و مکاں فانی ہیں سب
کچھ نہیں دُنیا میں دائم ایک اِیشور کے سوا
یہ محل یہ قصر و ایواں خاک میں رِل جائیں گے
الحذر! اِس حال میں اِنساں کی ہستی ہے ہی کیا!

(۷۷)

دَورِ پیری

دَورِ پیری میں ذرا اِنساں کی حالت دیکھیے
چال دھیمی، دانت گم، آنکھوں میں بِینائی نہیں
کان کھو بیٹھے سَماعت، لاغری کا دَور ہے
بے حِس و لرزاں لبوں پر تابِ گویائی نہیں
جان کا دشمن ہے بیٹا، آبرُو عنقا ہُوئی
دِل اسیرِ یاس، جینے کی تمنّائی نہیں

(۷۸)

اہانت

اب جواں پریوں سے مُمکن ہی نہیں لُطفِ وَصال
حُسن کی مِہر و عنایت خواب بن کر رہ گئی
سامنے آکر نِکل جاتی ہیں کتراتی ہُوئی
ہر نظر جو جام تھی زہراب بن کر رہ گئی

۷۹

جوانی

اب جوانی میں جو کرنا ہے سو کرلو دوستو!
کچھ نہ ہو پائے گا جب کٹ جائے گا دورِ شباب
آگ لگ جانے پہ ہے بے سُود کوئیں کی تلاش
دورِ پیری میں نہ ہوگی جسم و جاں میں آب وتاب

۸۰

زندگی چار دن

چار دِن کی زِندگی ہے سوچتے ہیں کیا کریں
بیٹھ کر گنگا کنارے دھرم کی چرچا کریں
یا بتا دیں زندگی یادِ خدا میں رات دِن
دہر کے دُکھ درد کا درمان و حل سوچا کریں
آخرش کچھ یُوں جھمیلوں میں اُلجھ جاتے ہیں ہم
کچھ نہیں کھلتا کہ آخر چار دن میں کیا کریں

(۸۱)

چنچل من

مثلِ آہُو بھاگتا پھرتا ہے چنچل دِل ترا
اپنے پہلُو میں اِسے حرص و ہوس سے دُور رکھ
دورِ پیری سر پہ ہے، یوں زِندگی ضائع نہ کر
اِک خُدا کے نورُ سے دِل کو سدا معمُور رکھ

(۸۲)

یادِ حق

وائے قسمت ! گھر نہیں، دولت نہیں، عِزّت نہیں
ہوگیا مجبورُ تو ، مجبورُ تیرا من مَلن
تجھ کو لازم ہے کہیں گنگا کے تٹ پر جا بسے
یادِ حق میں وقف کردے زِندگی کے چار دِن

(۸۳)

پیار کا لُطف

چاندنی اور چار سُو ہریالیاں، لُطف و سُرور
پیار کے آنسو لیے ہے اِک پری وَش ہمکنار
آہ یہ منظر سُہانے، ہائے! کیوں فانی ہیں یہ
لُوٹ لیتے ہیں دلِ انسان کا صبر و قرار

(۸۴)

عیش محل یا جنگل

ہیں بہم عشرت کے ساماں اس محل میں چار سُو
رقص و نغمے سے گونجتی ہے یاں کی ہر اِک انجمن
حُسن کے جلوے بھی ہیں اور حُسن والوں کا وصال
جا بجا پریوں کے جھرمٹ ۔ عیش و عشرت کا چلن
آہ! لیکن تو اگر سمجھے تو یہ سب ہیچ ہیں
اہلِ دانش کے لیے اس سے کہیں بہتر ہیں بن

(۸۵)

نفسِ امّارہ

روزِ اوّل سے کہیں بھی اس جہاں میں آج تک
کون ہے جس نے کہیں دیکھا ہو ایسا شیرِ نر
نفسِ امّارہ کو جس نے اپنے قابو میں کیا
جس کے بس میں ہوں سدا حرص و ہوس قلب و نظر

(۸۶)

مکمّل آزادی

ہیں کہاں وہ لوگ اس دُنیا میں جو آزاد ہیں
ہے گزر بھکشا پہ جن کا، فکرِ فردا کچھ نہیں
پھُول پھل جنگل کے کھا کر مست رہتے ہیں مدام
کوئی غم، کوئی تردّد، خوف و خدشہ کچھ نہیں

(۸۷)

پیری اور یادِ خُدا

اب کہاں جوشِ جوانی ، آرزوئیں ، حسرتیں
موت کے سائے میں لرزاں گامزن ہے زِندگی
اب قریبِ مرگ آکر یادِ حق سے فائدہ
دَرد ہے ، آزار ہے ، رنج و محن ہے زِندگی

(۸۸)

رِشوجی کی عظمت

رِشو بھی وہ ، وِشنو بھی وہ ، ان میں تفاوت کچھ نہیں
مجھ کو لیکن اُنس ہے کچھ خاص رِشو کے نام سے
ماہِ رَخشاں اُن کے سر پر شعریّت کا ہے نِشاں
اور میں رہتا ہوں بے خود شاعری کے جام سے

(۸۹)

شِو پریم

چاندنی۔ گنگا کا تٹ۔ خاموش منظر رات کا
اس فضا میں گونجتی ہے۔ جونہی "شِو شِو" کی صدا
اِک انوکھے لُطف سے مسرُور ہو جاتے ہیں ہم
ہوش ایسے میں ہمیں رہتا نہیں سنسار کا

(۹۰)

اِنسان اور قدرت

اب یہ ندیاں۔ یہ گپھائیں۔ بیل بُوٹے سبزہ زار
میری ہستی میں سما کر ایک ہو کر رہ گئے
ہو گیا نابُود مِٹ کر ماد و تو کا بھید سب
عشق کے فردوس کا دلکش فسانہ کہہ گئے

(۹۱)

قدرت کے مناظر

اب یہی حسرت ہے باقی چھوڑ کر دھن دھام کو
جا بسیں گنگا کنارے دُور جنگل میں کہیں
شو کی پُوجا میں بتا دیں زندگی کے رات دن
آخرش خود اِن مناظر میں سما جائیں کہیں

(۹۲)

شوجی کی پرستش

اے مرے بھگوان شو! میں کس قدر بے چین ہُوں
سوچتا رہتا ہوں ہردم، کب وہ آئے گی گھڑی
اِک تمھاری یاد میں سرشار ہو جاؤں گا میں
اور پرستش میں گزر جائے گی ساری زندگی

۹۳

بنارس کی نگری

یہ بنارس اِک تپووَن، یاں کا سادہ ہے لباس
یاں کے باسی پھول پھل کھاتے ہیں دِن ہو یا کہ رات
دیوتاؤں کی ہے نگری، کیوں نہ یاں آکر رہیں
یاں ہی جینا، یاں ہی مَرنا راحت و عِزّت کی بات

۹۴

گنگا کا تَٹ

دل میں حسرت ہے کہیں گنگا کے تٹ پر جا بسُوں
شِو کی پُوجا میں رہُوں اور دھرم کی چرچا کرُوں
زر کے بَندوں کی اِطاعت سے چھُڑالُوں زندگی
اِس جہاں کے ہر بشر سے پیار کا دعویٰ کرُوں

۹۵

ایک ہی آرزو

ہاتھ ہے کاسہ مرا ، اطراف ہی ملبوس ہیں
میں اکیلا ہوں جہاں میں ، آرزو کچھ بھی نہیں
شِو سے مِل کر ایک ہو جاؤں یہی ہے کامنا
اور کسی شئے کی جہاں میں ، آرزو کچھ بھی نہیں

۹۶

شنکر کی مہما

دہر میں ہستی کا اِمکاں اِک فقط شنکر سے ہے
یاں کا ہر ایک سازو ساماں اِک فقط شنکر سے ہے
دہر میں جو کچھ ہے افضل ، ہے فقط اِن کا کمال
رنگ و نکہت ، حُسنِ دوراں اِک فقط شنکر سے ہے

(۹۷)

جامِ عشق

چیتھڑوں میں ہوں مگر دِل حِرص سے آزاد ہے
لُطفِ عشرت بوریئے میں بھی مجھے کمخواب کا
راستے کی پٹریوں پر سو کے بھی دِلشاد ہوں
خُشک ٹکڑے میں مجھے مُرغِ مسلّم کا مزا
رُوئے زیبا دیکھ کر آہیں نہیں بھرتا کبھی
دل ہے پہلو میں مِرے خاموش عبرت آشنا
کوئی دُکھ، کوئی کشاکش، کوئی حسرت ہی نہیں
فِکر سے آزاد ہوں، غم سے نہیں کچھ واسطہ
کیا کروں گا پا کے میں دونوں جہاں کی سروری
عِشق کی مستی میں مجھ کو لُطف دورِ جام کا

(۹۸)

جوگی کا دِل

دِل ہے جوگی کا سمندر کی طرح گہرا، مہیب
اس پہ دُنیا کے حوادث کا اثر ہوتا نہیں
اس کی فطرت لُطفِ جنّت بھی نہیں کرتی قبول
کوئی خواہش، شوق و جذبہ کارگر ہوتا نہیں
کُودتی ہیں مچھلیاں جیسے اتھاہ موجوں کے بیچ
کچھ اثر اِس کا سمندر پر مگر ہوتا نہیں

۹۹

بھکشو

دَولت و حَشمت کی دیوی! ہم کو تجھ سے واسطہ؟
چاہنے والے ترے عشرت کے ایوانوں میں ہیں
ہم فقط بھکشو ہیں، بھکشا مانگ کر کھاتے ہیں ہم
وہم ہے تیرا کہ ہم بھی تیرے دیوانوں میں ہیں

(۱۰۰)

وَصل کی رات

میرا گھر ہے ساری دُنیا، آسماں ایواں مِرا
میرا بازوُ میرا تکیہّ، میرا بستر سبزہ زار
ہم بغل پہلوُ میں ہے بَیراگ میری سنگنی
چانْد کا دیپک فرُوزاں، بادِ سَرسَر خوُشگوار
کِس قدر دلچسپ میری وَصل کی یہ رات ہے
جانْفزا، پُرکیف، تسکیں خیز، دِل کش، عِطربار